

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دسویں اسمبلی راٹھائیسواں اجلاس

مباحثات 2016ء

﴿اجلاس منعقد 17 مئی 2016ء بمطابق 9 شعبان 1437 ہجری، بروز منگل﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
1	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	1
3	رخصت کی درخواستیں۔	2
7	مشترکہ قرارداد نمبر 68 منجانب عبدالرحیم زیارتوال ایڈووکیٹ اور محترمہ ثمنینہ خان۔	3

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 17 مئی 2016ء بمطابق 9 شعبان 1437 ہجری، بروز منگل، بوقت سہ پہر 4 بجکر 40 منٹ پر زیر صدارت محترمہ راحیلہ حمید خان درانی، اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
 راحیلہ حمید خان درانی (میڈم اسپیکر):۔ السلام وعلیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الْیَلِّ وَالنَّهَارِ لَآیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیْمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وِیَنفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ط

﴿ پارہ نمبر ۴ سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۸۹ تا ۱۹۱ ﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

راحیلہ حمید خان درانی (میڈم اسپیکر):۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وقفہ سوالات۔ انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 252 دریافت فرمائیں۔ انجینئر زمرک خان صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ تو یہ میں defer کرتی ہوں اگلے سیشن کیلئے۔ ان کا دوسرا نمبر 253 بھی جو ہے وہ defer کیا جاتا ہے۔ محترمہ شاہدہ روف صاحبہ اپنا سوال نمبر 295 دریافت فرمائیں۔ میڈیا والے کیوں جارہے ہیں۔ جی ڈاکٹر صاحبہ آپ بتائے۔ point of order پر ہے آپ۔ یہ ذرا یہ issue میں دیکھ لوں، مولانا صاحب صحافیوں نے واک آؤٹ کیا۔ جی میں اس کو ذرا پہلے ایک دفعہ دیکھ لوں۔ یہ صحافیوں نے واک آؤٹ کیا ہے۔ کوئی ہمارے ممبر جا کے ذرا ان کو منالیں۔ اس لئے کہ کارروائی جو ہے یہ بڑے very much respectable for us تو یہ صحافیوں کا بائیکاٹ ہوا ہے تو ہمارے ممبرز اگر چلیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق:۔ انہوں نے اس دن جو زیارتوال کی بات سے خفا ہو کے تو آج وہ یہاں سے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ انہوں نے جو یہاں پر کہا تھا کہ میڈیا جو ہے کچھ چیزوں کو زیادہ highlight کر رہے ہیں اور جو چیزیں highlight کرنی چاہیے انہیں highlight نہیں کر رہے ہیں۔۔۔

میڈم اسپیکر:۔ ok۔ زیارتوال صاحبہ اگر kindly یہ صحافی واک آؤٹ کر گئے ہیں تو اگر آپ اور ایک دو ممبرز ہمارے چلے جائے۔ زیارتوال صاحبہ اپنے ساتھ اگر۔ ڈاکٹر صاحبہ آپ چلی جائے۔ جعفر مندوخیل صاحب آپ۔ سردار صاحب آپ چلے جائے۔ محترمہ شاہدہ روف صاحبہ اپنا سوال نمبر 295 دریافت فرمائیں۔

محترمہ شاہدہ روف:۔ point of order اسپیکر صاحبہ۔ آپ سے گزارش یہ تھی کہ آپ مجھے ایک سوال کیلئے کہہ رہی ہے آپ کو پتہ ہے کہ ہم واک آؤٹ پر ہے۔ لیکن آپ کے نوٹس میں ایک چیز لانا تھی کہ میں نے جتنے بھی سوال پوچھے ہیں ان کے آگے لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ تو میں میڈم اسپیکر:۔ آپ پہلے سوال دہرائیں تاکہ اس کے بعد میں کارروائی جاری رکھوں۔

محترمہ شاہدہ روف:۔ لیکن ہم کارروائی کا حصہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم بائیکاٹ پر ہے۔

میڈم اسپیکر:۔ محترمہ شاہدہ روف صاحبہ اپنا سوال نہیں کر رہی ہیں اور ویسے بھی محکمہ صحت کی طرف سے

جواب موصول نہیں ہوا۔ لگا تار محترمہ شاہدہ روف صاحبہ کا سوال نمبر 298، 297، 296، 295 اور 299 یہ تمام سوالات جو ہیں محکمہ صحت کو میں ہدایت دیتی ہوں کہ وہ کافی عرصے سے اس سوالات کے جواب نہیں دیے ہیں انہوں نے اور فوری طور پر اگلے سیشن میں سوالات کے جواب جو ہے وہ فراہم کیے جائے۔ سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ منسٹر صاحب اس وقت نہیں ہیں تو سیکرٹری صاحب اس تمام سوالات کے جوابات جو ہیں وہ فوری طور پر ان کے جواب دیے جائیں۔ وقفہ سوالات ختم۔ یہ اگلے سیشن کیلئے میں defer کرتی ہوں۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

سیکرٹری اسمبلی:- میر رحمت صالح بلوچ صاحب نے مطلع فرمایا کہ موصوف اپنے حلقہ انتخاب کے دورے پر جانے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

میڈم اسپیکر:- سوال یہ ہے کہ رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- سردار رضاء بڑیچ صاحب نے مطلع فرمایا کہ موصوف کوئٹہ سے باہر جانے کی ارادہ رکھنے کی بناء آج اور 20 مئی 2016 کی نشستوں میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

میڈم اسپیکر:- سوال یہ ہے کہ رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- جناب طارق گسی صاحب نے مطلع فرمایا کہ موصوف اپنے حلقہ انتخاب کے دورے پر جانے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

میڈم اسپیکر:- سوال یہ ہے کہ رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- مفتی گلاب خان کاکڑ صاحب نے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی کہ موصوف اپنے حلقہ انتخاب کے دورے گئے ہوئے ہیں جس کی بناء انہوں نے آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی استدعا کی ہے

میڈم اسپیکر:- سوال یہ ہے کہ رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

رخصت کی درخواست ہوئی۔ جی نصر اللہ زیرے صاحب۔

نصر اللہ زیرے:- میڈم اسپیکر! آپ کی اجازت سے، ایسا ہے کہ کوئی ایک ہفتے کے اندر پیر غائب ایک پکنک پوائنٹ ہے وہاں پر کوئی ایک ہفتے کے اندر پانچ چھ اموات وہاں ہوئی ہیں۔ وہاں لوگ جاتے ہیں اور نہانے کیلئے جن کو swimming نہیں آتی ہے وہ بھی وہاں جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم میرے حلقہ

انتخاب میں تین نوجوانوں کی وہاں لاشیں آئی ہیں۔ اسی طرح باقی کل بھی پرسوں بھی ایک واقعہ ہوا تھا request ڈپٹی کمشنر بولان مچ کے وہاں کمشنر صاحب آپ ان کو اپنے توسط سے سیکرٹری صاحب کو مراسلہ بھیجے کہ کم از کم پیر غائب میں سختی کی جائے وہاں نہانے کیلئے بچوں اور نوجوانوں کو نہ چھوڑا جائے اس لئے کہ یہ بہت بڑا serious issue ہے نوجوان جاتے ہیں لہذا میں request کرونگا ہوم سیکرٹری صاحب کو آپ وہ کر دے وہاں ڈپٹی کمشنر کو کہ یہ وہاں پر پابندی لگا دیں اس نہانے پر۔

میڈم اسپیکر:- ٹھیک ہے آپ کا point آ گیا۔ جی مولانا صاحب۔

مولانا عبدالواسع۔ اپوزیشن لیڈر:- میڈم اسپیکر صاحبہ۔ میں مشکور ہوں آپ کا کہ آپ نے مجھے موقع دیدیا۔ اور وہاں ایڈوائزر کی کمیٹی کے میٹنگ میں آپ نے ہمیں بتایا کہ یونیورسٹی اور کالجز کے ٹیچر ہمارے طلباء اور ہمارے مستقبل کے معماراں بھی ادھر اسمبلی کا روائی دیکھنے کیلئے آئے ہیں۔ لہذا اس وقت میں نے آپ سے گزارش کی۔ اور میں ہاؤس کے دوستوں سے بھی گزارش کرتا ہوں۔ اور آپ نے مجھے ٹائم دینے کیلئے وہاں بھی سارے ساتھیوں کی اجازت سے دیدیا۔

میڈم اسپیکر:- میں تمام Universities اور Colleges کے بچوں کو، جو یہاں تشریف لائے ہیں، تمام اسمبلی کی طرف سے انہیں welcome کرتی ہوں۔

مولانا عبدالواسع:- یہاں جمہوریت کا بنیادی مقصد یہی ہے۔ اور جمہوریت کا بنیادی حسن یہی ہے کہ اس میں check and balance اور اس میں جمہوری جماعتیں اور جمہوری پارٹیاں اپنے منشور اور اپنے دستور اور اپنے پیغام قوم تک پہنچانے کیلئے اور ان ہاؤس اور اس ہاؤس کے ذریعے عوام کے سامنے اپنے آپ کو بھی جو ابدہ سمجھتے ہیں اور عوام کی خدمت اور عوام کیلئے جو سب کچھ قربان کیلئے اسی ہاؤس سے وہ جا کر کے عوام کی خدمت کرتے ہیں۔ میڈم اسپیکر صاحبہ گزارش یہ ہے کہ ہم اپوزیشن آپ کو معلوم ہے کہ ڈھائی سال بلکہ ابھی تین سال پورے ہونے والے ہیں۔ اپوزیشن کی طرف سے نہ ہم نے کوئی اس طرح بے معنی احتجاج کیے ہیں کہ صرف دیکھا وے کی حد تک ہو یا ہم حکومت کو تنگ کر لیں اور حکومت کو خواہ مخواہ disturb کر لیں جمہوریت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اور نہ ہم نے اتنی چھوٹے چھوٹے باتوں کو کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم ایسے ملک میں رہتے ہیں ہم ایسے معاشرے میں رہتے ہیں کہ انسانی کمزوریاں ہر جماعت میں ہر شخص میں اور ہر معاشرے میں اور ہر طبقے میں ہوتی ہیں۔ لہذا ہم زمینی حقائق کو مد نظر رکھ کر اور اس ہاؤس کو ایک احسن طریقے

سے چلا رہے تھے۔ میڈم اسپیکر صاحبہ تمام معزز اراکین تشریف فرما ہیں، تو چاہیے تو یہ تھا کہ ہم نے اسمبلی کے ماحول خراب کرنے کیونکہ اپوزیشن کی عادت اور طریقہ کار یہی ہوتا ہے کہ اسمبلی کے ماحول کو خراب کر کے اور وہ۔ لیکن وہاں سے یہ لوگ جو ہمارے دوست اس side پر تشریف فرما ہیں مسلسل دو سال ڈھائی سال اپوزیشن پر الزامات لگا کے جیسے کہ ہم حکومت میں بیٹھے ہوں، اور وہ اپوزیشن میں ہوں، اور وہ ہمیں اپنے آپ کے جوابدہ کرنے کیلئے جبکہ موقع ہمارا تھا اور ہم نے ان سے جوابدہی اسی حکومت کے، لیکن میڈم اسپیکر صاحبہ اس وقت بھی ہم یہ محسوس کر رہے تھے اور ہمیں پتہ تھا کہ جب یہ لوگ ہمارے اوپر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس کے اندر اپنا کام نکالنے کیلئے اس شور اور شرابے کے اندر اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں۔ اور جب کہ نکال دیا۔ اور اب ہمارے سامنے آ گیا معاملہ اب میڈم اسپیکر صاحبہ ایک وقت وہ تھا کہ یہاں ہم حکومت کر رہے تھے اور حکومت کرنے کے ساتھ ہم نے مرکز سے بھی لڑائی لڑی جا رہی تھی اور ہم نے وہاں سے این ایف سی حاصل کر کے اور ارکان بلوچستان پر ہماری حکومت نے بہت بڑا احسان کر دیا اور اپنا جمہوری فرض ادا کر دیا۔ لیکن میڈم اسپیکر صاحبہ مجھے افسوس ہے اور میں بہت احترام کیساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ کچھ جماعتیں اُس سائیڈ پر بیٹھے ہیں تشریف فرما ہیں لیکن انہوں نے خالصتاً بلوچستان اور بلوچ اور پشتون کے حقوق حاصل کرنے کے غرض سے سیاست کی ہے، اس کا کوئی اور ایجنڈا نہیں ہے اور اسی بنیاد سے عوام سے ووٹ مانگ رہے تھے کہ ہم آپ کیلئے این ایف سی ایوارڈ لائیں گے۔

میڈم اسپیکر:- مولانا صاحب آپ please. point of order پر تقرر نہیں کر سکتے۔

مولانا واسیع:- ہم یہ کریں گے وہ کریں گے لہذا اب دو ڈھائی گزر گئے اب تک وہاں مرکز سے۔۔۔ میڈم اسپیکر صاحبہ میں اپنی بہن سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ذرا تشریف رکھیں۔ میڈم اسپیکر صاحبہ ایک وقت وہ تھا کہ ہم نے وہاں پر انٹرنیشنل کمیٹی سے جو ایک میٹنگ ہوتی ہے وہاں سے سی ایم اور اس کے ممبر جب میں خود تھا وہاں سے بلوچستان کے حقوق کیلئے ہم نے بائیکاٹ کر دیا۔

میڈم اسپیکر:- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں پلیز آپ تقریر نہیں کر سکتے۔ جی منظور کا کڑ صاحب۔

مولانا واسیع:- منظور خان آپ کے پارلیمانی لیڈر کی اجازت سے ہم نے لے لیا۔ آپ کے پارلیمانی

لیڈر سے پوچھیں وہاں ایڈوائزری کمیٹی میں آپ ذرا ان سے پوچھیں۔

میڈم اسپیکر:- آپ تشریف رکھیں۔ شور۔ یاسمین صاحبہ۔ مولانا صاحب please آپ

تشریف رکھیں۔ شور۔

مولانا عبدالواسیع:- اور یہاں عوام کیلئے ڈیپلمنٹ ہو رہا تھا لیکن ڈھائی سال میں۔

میڈم اسپیکر:- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں آپ کا point آ گیا پہلے سے۔
 مولانا واسع :- development روک گیا۔ اور پیسہ اس طرح جا رہا تھا جیسا کہ پانی ریت کے اندر جاتی ہے اور کوئی پتہ نہیں چلتا ہے۔

میڈم اسپیکر :- یاسمین صاحبہ آپ تشریف رکھیں، مولانا صاحب please آپ کا point آ گیا۔
 مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- تو ایک وقت وہ تھا ہم اپنے بچوں کے لئے اپنے لوگوں کے لئے کیڈٹ کالج ایک کیڈٹ کالج چودہ تک پہنچا دیا ایک یونیورسٹی کو چودہ یونیورسٹی تک پہنچا دیا اور یہاں عوام کیلئے ڈیپلمنٹ ہو رہی تھی لیکن میڈم اسپیکر صاحبہ ڈھائی سال میں۔۔۔

میڈم اسپیکر :- یاسمین صاحبہ آپ تشریف رکھیں، مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں آپ کا point آ گیا ہے پہلے۔

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- میڈم صاحبہ ڈھائی سال میں ڈیپلمنٹ روک گیا اور پیسہ اس طرح جا رہا تھا جیسے کہ پانی ریت کے اندر جاتے ہوئے اور کوئی پتہ نہیں چلتا ہے کہ بھئی یہ کدھر ڈوب رہا ہے یہ کدھر ہو گیا۔

میڈم اسپیکر :- یاسمین صاحبہ آپ تشریف رکھیں، مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔۔۔۔
 مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- اب میڈم اسپیکر صاحبہ جب خزانہ لیکس آ گیا تو خزانہ لیکس آنے کے بعد ہمیں پتہ چل گیا کہ ہمارا پیسہ ادھر ڈوب رہا ہے ایک نشان ہمیں مل گیا۔

میڈم اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ نصر اللہ زیر صاحب تشریف رکھیں۔
 مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- لیکن یہ خزانہ لیکس نہیں ہے یہ خزانہ برسٹ ہے جیسے کہ ٹائر برسٹ ہو جاتا ہے یہ خزانہ برسٹ ہو گیا۔۔

میڈم اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔۔

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- ہم نے احتجاج شروع کیا ہوا ہے اور مجھے افسوس ہے حکومت کے رویے پر مجھے افسوس ہے کہ وہاں سے کچھ بھی نہیں وہاں سے اس پر کوئی اقدامات نہیں ہوتے ہیں وہ۔۔

میڈم اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔۔

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف):- اور اتنی شدید جو ہماری جاری ہے اور ایک ثابت شدہ بات ہے کوئی الزام نہیں ہے پورے پاکستان کو معلوم ہے یہ تمام عوام کو معلوم ہے۔

میڈم اسپیکر:- آپ سب کو پتہ ہے point of order تو،،، زیرے صاحب ایک منٹ آپ تشریف رکھیں مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں، مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں please، آپ تشریف رکھیں آپ کو مواقع دوں گی زیرے صاحب تشریف رکھیں مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں، نصر اللہ زیرے صاحب آپ تشریف رکھیں مولانا صاحب آپ تشریف please آپ کا پوائنٹ آگیا ہے آپ یا سیمین صاحبہ آپ تشریف رکھیں مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں please، please مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں، مائیک بند کر دیں please،۔۔۔۔۔ (مائیک بند۔ کئی ممبران ایک ساتھ بولنے لگے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔ میں ابھی،،، جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب،،، نصر اللہ صاحب آپ کاروائی کو disturb نہیں کریں، زیرے صاحب آپ تشریف رکھیں، بیٹھیں میں کاروائی آگے بڑھا رہی ہوں آپ بیٹھیں تشریف رکھیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب صوبائی وزیر محترمہ شمینہ خان صاحبہ رکن صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 68 پیش کریں، جی شمینہ صاحبہ آپ پیش کریں، مولانا صاحب please آپ تشریف رکھیں آپ کو کو بولنے کا موقع دے دیا۔ آپ رولز کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ آپ سینئر پارلیمنٹریں ہیں۔ میں نے آپ کو موقع دیا، بار بار دیا please آپ تشریف رکھیں۔ point of order پر آپ ایسے نہیں بول سکتے مولانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی شمینہ صاحبہ آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

محترمہ شمینہ خان:- مولانا صاحب آپ اپنی point پیش کریں تاکہ ایوان disturb نہ ہو۔

میڈم اسپیکر:- شمینہ صاحبہ! آپ اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 68۔ پیش کریں۔

شمینہ خان:- مشترکہ قرارداد نمبر 68۔ ہر گاہ کہ اس مسلمہ حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ صوبہ بلوچستان جو پورے ملک کے کل رقبہ کے تقریباً نصف پر محیط ہے، دوسری جانب یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ صوبہ بلوچستان ترقیاتی کاموں کے حوالے سے ملک کے دیگر صوبوں کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ گیا ہے موجودہ مخلوط صوبائی حکومت نے اگرچہ صوبہ کے تمام اداروں کو اپنی پاؤں پر کھڑا کر دیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے صوبہ بلوچستان کو دیگر صوبوں کے برابر لانے کیلئے ترقیاتی فنڈ کی مدد میں مرکز کی جانب سے صوبہ بلوچستان کیلئے خاطر خواہ ترقیاتی فنڈ فراہم نہ کرنے کے باعث اپنی اہداف حاصل کرنے کا متحمل نہیں ہو سکا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ این ایف سی ایوارڈ کے طے ہونے تک بشمول صوبہ کی پانی، انرجی، روڈ اور زراعت و دیگر ترقیاتی مددات میں خاطر خواہ فنڈز کی فراہمی یقینی بنائے۔

میڈم اسپیکر:- مشترکہ قرارداد نمبر 68 پیش ہوئی کیا محرکین اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 68 کی

admissibility کی وضاحت فرمائیں گے۔ جی محترمہ شمیمہ صاحبہ۔

شمیمہ خان :- thanks میڈم اسپیکر اس میں چونکہ این ایف سی ایوارڈ جو کہ ابھی تک اپنے final step پر نہیں گیا ہے اور بلوچستان کو پچھلے سال جو ایک رقم دی گئی تھی۔ بہت سے ڈیپارٹمنٹ صوبے کے پاس آچکے ہیں۔ اور صوبے پر بہت بوجھ آ گیا ہے ان کے اخراجات کا اپنے ڈیپارٹمنٹ کو maintain رکھنے کیلئے اور ترقیاتی کاموں کے لئے خاص کر جو بڑے پروجیکٹ ہوتے ہیں تو اس میں صوبے کو ضرورت ہے کہ وہ وفاق کی طرف سے کچھ فنڈ میں ہم یہ درخواست کرتے ہیں، کہ صوبے کا فنڈ بڑھا دیا جائے کچھ اہم ڈیپارٹمنٹ میں کچھ اہم portfolios میں جیسے کہ یہاں پانی کا مسئلہ انرجی مسئلہ ہے اور سب سے بڑا جو زراعت کا مسئلہ ہے کیونکہ ہماری 52% پرسنٹ آبادی جو ہے وہ زراعت پر depend کرتی ہے agriculture base صوبہ ہے یہ فنانس اس کے حوالے سے اکنامی کے حوالے سے تو ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اس میں کچھ ایسے ماڈرن ترقیاتی کام کریں infield میں جس کے لئے ہمیں فنڈنگ کی ضرورت ہے۔ اور اس میں ضرورت یہ بھی ہے کہ صوبے کے اپنے ہم اپنے یہاں کے گورنمنٹ بھی کچھ ایسے policies بنائیں کچھ ایسے وہ پیش کریں ہم لوگوں کو پروجیکٹ پیش کریں، کہ ہم اپنی طرف کچھ ایسے پروجیکٹ جو پیش کرتے ہیں وہ وہاں واپس نہ کیا جائے بلکہ صوبے کے لئے ان کے فنڈ میں کچھ خاطر خواہ اضافے کی ضرورت ہے تو اس کی ہم درخواست کرتے ہیں کہ جو ہمیں مل رہے ہیں پی ایس پی ڈی فیڈرل کے فنڈ بلوچستان میں اس میں ہم کمی محسوس کرتے ہیں اپنے صوبے کے جو پسماندگی ہے اس کے مد نظر تو ہم یہ درخواست کرتے ہیں فیڈرل گورنمنٹ سے کہ ہمارے فنڈنگ میں کچھ اضافہ کیا جائے۔۔

میڈم اسپیکر :- نصر اللہ زریں صاحب۔۔

نصر اللہ خان زریں :- thank you madam speaker، آج جو قرارداد ہاؤس کے سامنے ہے انتہائی اہمیت کا حامل ہے میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بنیادی قرارداد ہے میڈم اسپیکر یقیناً ہمارا صوبہ اس ملک کے رقبے کے لحاظ سے 43% فیصد پر پھیلا ہوا ہے اور بہت سارے وسائل بہت سارے معدنیات ہم وفاقی حکومت کو دے رہے ہیں 1950ء کے early in the Fifty عشرے میں سوئی سدرن گیس یہاں دریافت ہوئی۔ اور اس گیس سے ملک کے تمام حصے اس گیس سے مستفید ہو رہے ہیں، پورا آپ کا پنجاب آپ کا خیبر پختونخوا آپ کا پورا سندھ لیکن آپ کو یہ پتہ ہے کہ بد قسمتی سے آج بھی وہ گیس کوئٹہ، پشین اور مستونگ کے علاوہ ہمارے اس صوبے کا کوئی ضلع اس سے مستفید نہیں ہو رہا ہے بہت۔

میڈم اسپیکر:- میں تمام صحافیوں کو جو انہوں نے بائیکاٹ ختم کیا اُنکو واپس ہاؤس میں welcome کرتی ہوں۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ اراکین کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے اُنکو لیکر کے آئے ہاؤس میں۔

نصر اللہ خان زیرے:- میڈم اسپیکر یقیناً یہ صوبہ اس ملک کے برابر صوبہ ہے اٹھارویں ترمیم کے بعد بہت سارے معاملات صوبے کو منتقل ہوئے، لیکن ہماری جو اتنی بڑا ہمارا رقبہ ہے اس صوبے کا اور صوبے کا ہمارا ڈویلمنٹ بجٹ ابھی جو ہمارا مالی سال چل رہا ہے جو 30 جون تک چلے گا اس میں تمام بجٹ ترقیاتی بجٹ غیر ترقیاتی بجٹ دونوں ملا کے 243 ارب آس پاس کا بجٹ ہم نے پیش کیا جس میں میڈم اسپیکر آپ کو بخوبی علم ہے کہ اس میں کم از کم 190 ارب روپے non development بجٹ ہے، جس میں زیادہ تر تنخواہوں کی مدد جا رہا ہے ڈویلمنٹ کے لئے ہمارے پاس کوئی پچاس ارب روپے کا اب اتنا بڑا صوبہ اس کے لئے صرف پچاس ارب روپے اس کے ڈویلمنٹ کے لئے یہ ناکافی ہے۔ میڈم اسپیکر آپ کو یہ بھی بخوبی علم ہے کہ اسلام آباد سیکرٹریٹ سے لیکر پنڈی کے صدر تک جو میٹر و بنائی گئی ہے کم و بیش کوئی 60 ارب روپے اس پر خرچہ آیا ہے اب لاہور میں جو اورنج ٹرین بنائی جا رہی ہیں اس میں کئی ارب روپے اس پر خرچہ آئیگا۔ تو کیسے اس صوبے کو جب صرف twenty three کلومیٹر میٹر و کے لئے ساٹھ ارب روپے اور اتنے بڑے صوبے کے لئے اس کے ڈویلمنٹ کے لئے پچاس ارب روپے تو یہ بہت بڑا فرق ہے۔ آج اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا ہے وفاقی حکومت سے کہ ہمیں کم از کم بہت سارے ہمارے شعبے ہیں ایگر لیکچر آپ لے لیں زراعت ہماری تباہ ہو گئی ہے۔ گذشتہ سالوں کے قحط سالی خشک سالی کی وجہ سے لاکھوں سے زیادہ درخت کاٹے گئے، لائیو سٹاک ہمارا دوسرا بڑا شعبہ ہے لاکھوں مال مویشی مر گئے۔ ہمارا water table نیچے جا رہا ہے، کوئٹہ میں میرے حلقے میں میں نے ٹیوب ویل لگایا ہے بارہ سو فٹ نیچے سے ہم پانی نکال رہے ہیں۔ ہمیں ڈیموں کی ضرورت ہے، ہمیں چیک ڈیم ہمیں سٹورج ڈیم ڈیلے ایکشن ڈیموں کی ضرورت ہیں، ہمیں بہت سارے منصوبے بنانے ہونگے جس طرح سی ایم صاحب نے پچھلے اجلاس میں کہا کہ ہم بولان سے پانی لائیں گے وہاں سے پانی لانا کوئٹہ کے لئے یہ ہمارے صوبے کے ایک چھوٹے سے بجٹ میں ناممکن ہے، ابھی آپ اندازہ کریں کہ آج بھی ہم کئی گھنٹوں کی ہماری یہاں پر وہ لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے ہمارے پاس وہ لائنوں میں وہ capacity موجود نہیں ہے کہ ہم کس اس تمام بجلی کو observe کر لیں ہمیں مزید ٹرانسمیشن لائن کی ضرورت ہے ہمیں ژوب سے ڈیرہ اسماعیل خان سے براستہ ژوب اس ٹرانسمیشن لائن کی ضرورت ہے ہمیں بہت سے شاہراہوں کی ضرورت ہے ہمارے پاس بہت سارے ایسے معاملات ہیں جس کے لئے ہمارے وفاقی حکومت سے ہمیں رجوع کرنا ہوگا۔ تو میں یقیناً اس

قرارداد کی بھر حمایت کرونگا اور وفاقی حکومت سے چونکہ ابھی بجٹ وفاقی حکومت کا بجٹ جون کے پہلے ہفتے میں پیش ہوگا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبے کے وفاقی پی ایس ڈی پی میں اسکیمات ہونی چاہیے ہمارے پاس flood protection کے لئے ہمارے پاس ڈیز کے لئے ہمارے پاس باقی جو ہماری انرجی ڈیپارٹمنٹ ہے، انرجی کے لئے ہمارے پاس منصوبے ہونے چاہیے اس کے لئے وفاقی حکومت پیسے رکھے اور فوری طور پر ان معاملات کو ہنگامی طور اٹھانا چاہیے۔ -thank you madam speaker-

میڈم اسپیکر:- عبدالرحیم زیارتوال صاحب۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈووکیٹ (وزیر تعلیم):- شکر یہ میڈم اسپیکر آپ کی رولنگ کے تحت میں جعفر خان مندوخیل صاحب، سردار اسلم بزنو صاحب، محترمہ شمع اسحاق صاحبہ ہم گئے تھے، ہمارے صحافی دوست جو دو دن پہلے یہاں جو اسمبلی session ہوا تھا۔ اور اُس میں میں نے میڈیا کے بارے میں بات کی تھی اور اس پر دوست ناراض ہو گئے تھے وہ تمام چیزیں ریکارڈ پر موجود ہیں اور میں نے جو جہاں سے شروع کیا تھا وہ عبدالصمد خان اچکزئی اور عزیز پرپیس کے نام سے، عزیز مگسی صاحب جو 35 کے زلزلے میں شہید ہو گئے تھے جو ان کا دوست تھا ان کا ساتھی تھا ان کا رفیق کار تھا اس کے نام پر پرپیس نکالی تھی۔ اور استقلال اخبار کا اجراء ہوا تھا کوئٹہ میں۔ 1938 میں تو وہاں سے شروع کیا تھا، کہ جس کام کو ہم نے خود شروع کیا ہے اس کی آزادی کے لیے ہم نے ساری زندگی گزاری تھی اور گزار رہے ہیں اور شکایت ہمیں یہ تھی کہ ہمارے اسمبلی جو اس صوبے کا سب سے معزز ایوان ہے اور تمام چیزیں یہاں پر Debate ہوتی ہے اور اس کو وہ Coverage نہیں مل رہی ہوتی۔ پھر میں نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیے تو انہوں نے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم کبھی بحیثیت پارٹی لفافہ کلچر میں نہیں رہے تو اس کا ترجمہ دوستوں نے کیا لیا تھا۔ میں نے وہاں بھی ان سے معذرت کی تھی کہ ہم نے آپ دوستوں کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے تھے، ابھی آپ سب دوستوں کے سامنے فلور پر کہتا ہوں کہ اگر اس سے آپ لوگوں کی دل آزاری ہوئی ہے یا اس کو اپنے لیے وہ سمجھ رہے ہیں تو نے نہ استعمال کیا ہے بہر حال ان کے جذبات ان کی احساسات کی تسکین کے لیے میں نے ان کو وہاں بھی کہا تھا فلور پر بھی کہتا ہوں کہ میں معذرت چاہوں گا، میں نے ان کے لیے کوئی ایسا فکر یہ استعمال نہیں کیا تھا البتہ تھاق ملک کی حوالے سے واقعتاً ان کے سامنے رکھے تھے تو یہ گزارش آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا، دوست آگئے ہیں میں ان کا مشکور ہوں انہوں نے بائیکاٹ ختم کی ہے اور ہم صوبے کے رہنے والے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ جو ہاؤس ہے اس کی ترجمانی اس کی ایک ایک فرد کی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے جو آدمی یہاں پر جو کچھ کہتا ہے یہ چیزیں ہمارے

عوام تک میڈیا کے ذریعے جانی چاہیں، یہ میرا ذاتی طور پر میری سوچ بھی ہے اور ایک جمہوری پارٹی کے کارکن کے حیثیت سے جس کے قائد نے انگریز کے دور سے اپنی آخری شہادت تک ساری زندگی جمہوریت کے لیے جمہوری اقدار کے لیے گزاری تھی ان کے ایک سیاسی کارکن کے حیثیت سے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ تمام جمہوری اصولوں کی پاسداری کروں اور جمہوریت جو اپنے لیے چاہوں گا وہ سب کے لیے ہو۔ اور یہاں سے پھر میری request یہ ہوگی کہ یہ جو ایوان ہے اس میں اپوزیشن میں جو دوست ہیں یا Treasury benches میں ہیں ان کا کام یہ ہے کہ ان کا نقطہ نظر کو جو بیان کر رہے ہیں یہ من و عن اسی طریقے سے ہمارے عوام تک پہنچنا چاہیں۔ اور یہاں اطلاعات کا شعبہ ہے گورنمنٹ کے طور پر اطلاعات کے شعبہ کا یہ کام ہے ان کی یہ صلاحیت ہونی چاہیں کہ وہ مکمل طور پر رپورٹ کر کے کسی بھی شخص کا ایک جملہ چھوڑیں بغیر اس کو اخبارات تک بھجوائیں اور اخبارات میں وہ شائع کروائیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے یہ ہمارے ڈیوٹی ہے اور گزارش یہ ہے کہ وہ اس طریقے سے اگر جائیں گے تو یہ ہمارے لیے بہتر ہوگا thank you میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: زیارتوال صاحب اگر آپ قرارداد پر بات کریں۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈووکیٹ (وزیر تعلیم):۔ ہاں میڈم اسپیکر جو قرارداد اس وقت معزز ایوان کے سامنے ہے اس میں بنیادی طور پر 2010 میں این ایف سی ایوارڈ ہوا تھا اور 2015 میں این ایف سی ایوارڈ due تھا جو ن سے پہلے یا مئی کے مہینے میں۔ لیکن این ایف سی ایوارڈ طے نہیں ہوا۔ اب تک بھی اس کے لیے وہ میٹنگ نہیں رکھی گئی ہے تو یہ جو قرارداد ہم لے آئیں ہیں میڈم اسپیکر بات یہ ہے کہ آپ کا صوبہ اور اس کو جس طریقے سے treat کیا گیا ہے یا ماضی جس طریقے سے رہی ہیں یہ Completely ignorance کی ماضی رہی ہے۔ اور جو بھی مرکزی حکومت اسلام آباد میں قائم ہو جاتی ہے اس کی پہلی تقریر یہ ہوا کرتی ہے کہ صوبہ جو ترقیاتی حوالے سے پیچھے رہ گیا ہے اس کو دوسری صوبوں کو برابر لانے کی مکمل کوشش کی جائے گی۔ لیکن جب فنڈز کی بات آ جاتی ہے اب صوبہ اس کی قد و قامت وہ تو پہلے سے ہمارے صوبے کی بڑی ہے اگر آپ اس کو برابر لانا چاہتے ہیں تو It mean آپ اس کو Develop کریں گے Development کے برابر لائیں گے۔ میڈم اسپیکر میں آپ کی توسط سے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں ملک کی Round figure میں آپ کو بتاتا ہوں ملک کی 8 ہزار کلو میٹر طویل این ایچ اے یا نیشنل ہائی وے کی جو روڈز ہیں اس میں 3500 آپ کے صوبے میں ہیں۔ اب جب آپ فنڈ کی ڈیمانڈ کریں گے یا Repair کی demand کریں گے۔ تو وہاں سے آ جاتی ہیں کہ یہ تو ہم آبادی کی بنیاد پر دیں گے، اب دنیا میں جہاں بھی آپ جائیں گے جن لوگوں کی

آبادی کم ہوتی ہیں یا آبادی پر جن کا کنٹرول ہوا کرتا ہے اس کے لیے سب کچھ کیا جاتا ہے دیا جاتا ہے۔ ہماری کم آبادی ہماری لیے عذاب بن گئی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم یہ آبادی پر دیں گے بھائی اگر ہم آٹا مانگ رہے ہیں چینی مانگ رہے ہیں گھی مانگ رہے ہیں چائے مانگ رہے ہیں بالکل آبادی کے بنیاد پر آپ دیں 8 کروڑ یا 9 کروڑ کے نہیں مانگیں گے ایک کروڑ کے مانگیں گے اور اگر آپ روڈ دے رہے ہیں این ایچ اے کے وہ پاکستان کا آدھا یہاں ہیں تو روڈ آپ کو اس طریقے سے دینا ہوگا Flood protection اسی طریقے سے ہیں میڈم اسپیکر ہمارے 18 بڑی ندی، نالے جو بھی آپ نام دیں گے انگریزی میں Rivers 18 بڑے Rivers ہیں، اور تقریباً بڑے چھوٹے ملا کر ٹول 78 Rivers ہیں آپ کے اور اس میں جو پانی ہے وہ سالانہ پانی یہ تقریباً 14 million ایکڑ فٹ ہے میڈم اسپیکر میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ 14 million ایکڑ mean ایک کروڑ 40 لاکھ ایکڑ فٹ پانی آپ کے پاس ہیں اور تریلا جب ڈیزائن ہوا تھا میڈم اسپیکر ایک وہ ہوا تھا اس وقت 9 million یعنی 90 لاکھ ایکڑ فٹ پانی کے لیے ڈیزائن ہوا تھا جس کی Capacity اب گھٹ گئی ہیں تقریباً کوئی 50 یا 5 million یعنی 50 لاکھ ایکڑ پانی ذخیرے کی گنجائش ہیں تریلا کو چھوڑ کر منگلہ ڈیم اس کی hight بڑھادی گئی ہیں وہ پہلے کم تھا اب دونوں کو ملا کر جو پاکستان کی life ہیں دونوں کو ملا کر 12 million سے زیادہ نہیں ہیں۔ یعنی ایک کروڑ 20 لاکھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس صوبے کے پاس flood اس flood کو کنٹرول کرنے کے لیے صوبے کے پاس وسائل نہیں ہیں میڈم اسپیکر۔

وزیراعظم صاحب آتے تھے اس کو میں بتا چکا ہوں Cabinet meeting میں اور ان کو ایک

Concerned paper دے دیا تھا اس کے لیے کم سے کم صوبے کے لیے ہمیں 5 کھرب روپے چاہیے۔ ہم نے ایمر جنسی بنیادوں پر 51 ارب کا Concerned paper ان کو دیا اور اس میں 18 بڑے basins ہیں ان کے نام لکھے ہوئے تھے اور اس پر اس کے پانی کو اسٹور کرنا چاہتے تھے۔ میڈم اسپیکر ہمیں اس وقت صوبے میں سب سے اہم ترین مسئلہ جو درپیش ہیں وہ پانی کا ہے۔ دوست ساتھی جو بھی کہتے ہیں بجلی کے حوالے سے دوسری تیسری انسانی جو ضروریات ہیں واقعتاً ہر انسانی ضرورت بہت ہی مقدم ہوا کرتا ہے لیکن پانی زندگی ہے اور ہمارا زمین کے اندر جو ذخیرہ تھا وہ تقریباً ختم ہونے کے قریب ہیں اور اس میں Priority پر کوئٹہ پھر کوئٹہ کے ساتھ ساتھ پشین، قلعہ عبداللہ پھر آپ خضدار تک جائے، لورالائی ایک معنی میں جتنے باغات تھے ہمارے پشتو میں مشہور تھا (چی دا خوارانوں زائی بوری دئی) یعنی محنت کش جس کو کوئی روزگار نہیں ملتا تھا اس کے کہتے تھے بوری جاؤ وہاں پر تمیں روزگار مل جائیگا۔ اب وہ باغات وہ سارے چلے گئے ہیں خشک ہو گئے ہیں پانی

نہ ہونے کی وجہ سے۔ تو میرے کہنا کا مقصد یہ ہے کہ اس صورت حال میں ہم نے جو بات یہاں پر قرارداد لے کر آئے ہیں وفاقی حکومت سے ہماری request یہ ہوگی کہ روڈ کے حوالے سے Flood protection کے حوالے سے خصوصاً زراعت اور ترقیاتی مدات میڈم اسپیکر ایک صوبہ جس کے پاس صنعت نام کی کوئی چیز نہ ہو، پورے صوبے میں کارخانے نام کی کوئی چیز نہ ہو اور جو کارخانے پہلے سے تھے ہرنائی ولن مل جو ایک معنی میں World famous تھا، رہا۔ اس کو بند کیا گیا مستونگ چوتوں ولن مل اس کو بند کیا گیا کوئٹہ کا بند ہوا بلیلی ٹیکسٹائل مل بند کیا گیا اور یہ تمام ملز بند ہو گئے۔ اب صوبے کے پاس صنعت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اب جہاں صنعت نہ ہو آپ اپنے آمدنی کہاں سے Collect کریں گے۔ پنجاب صنعتی زون میں تبدیل ہو گیا خدا کریں نذید بھی ترقی کریں لیکن ہمارے لیے بھی کم سے کم ترقی کے راستے تو ہو۔ ایک اسلام آباد پر سالانہ Development کا جو خرچہ ہیں وہ ہمارے تمام صوبے کا نہیں ہے۔ ایک جو انہوں نے ابھی بات کی پنڈی سے اسلام آباد تک۔ جو بنا ہے یہ 70 ارب کا بنا ہے۔ اب 70 ارب اگر ہمیں دیا جائے تو ہم بھی کوئی آگے جاسکتے ہیں کچھ کر سکتے ہیں یا کچھ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں وہ ہمیں ملا نہیں ہے، ہمیں نظر انداز کیا جاتا ہے بلکہ نظر انداز کیا جاتا رہا ہے تو یہ جو ہم آپ کے سامنے لے آئیں ہیں بنیادی طور پر فرسٹ نمبر پانی دوسرے نمبر پر ہمارے روڈز این ایچ ایز کے۔ اور اس کے علاوہ ہمارے اتنے طویل طویل فاصلے ہیں جو ہمارے صوبائی پی ایس ڈی پی اگر چار روڈوں پر بھی لگائیں تو Provincial roads کو ہماری تمام پی ایس ڈی پی سے ہم مکمل نہیں کر سکتے ہیں تو اس میں ہمیں مدد چاہیے مرکز سے۔ اور اس کے بعد پھر آپ کے جو ترقیاتی مدات ہیں ترقیاتی مدات کے حوالے سے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ آپ کے پاس زراعت ہے آپ کے پاس صنعت ہونا چاہیے زراعت کو فروغ ہونا چاہیے جنگلات کو اور اس کے بعد ایریگیشن کو، ایریگیشن کے علاوہ باقی جتنے بھی مدات ہیں ان سب میں اس کی فروغ ترویج کے لیے ہمیں پیسے چاہیے جو کہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔ میڈم اسپیکر میں آپ کے سامنے ہاؤس کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں یہ قرارداد جب وہاں جائیں گے تو اس Debate کے ساتھ چلی جائے وہ یہ ہے آپ کے پاس اللہ نے جو سورج آپ کو دی ہیں اگر آپ ہم صحیح طریقے سے اپنی چیزوں کو Develop کریں۔ میڈم اسپیکر بات یہ ہو جائیگی کہ دنیا میں اگر آپ سبزی پر لکھ دیں گے کہ اس سبزی پر 14 گھنٹے 12 گھنٹے دھوپ کی سبزی ہے لوگ لینے کے لیے پاگل ہو جائیں گے 16 گھنٹے 14 گھنٹے 12 گھنٹے دھوپ کی سبزی لوگ سینے سے لگائیں گے۔ لیکن ہمارے پاس وسائل نہ ہونے کی وجہ سے یا تو ہم پہنچا نہیں سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے اس کو اس طریقے سے Develop نہیں کر سکتے ہیں ہماری زراعت

ایک ایسی طریقے کی زراعت ہے جو آباد اجداد سے چلا آیا ہے، ہم نہ نئے بیج پر گئے ہیں اور نہ ہی زراعت کے نئے طریقوں پر گئے ہیں تو اس حوالے سے ہمیں زراعت میں اس حوالے سے ہمیں ایریگیشن میں اور اس حوالے سے لائیو اسٹاک میں اور اس حوالے سے جنگلات میں اب لائیو اسٹاک پر میں چلا جاؤں لائیو اسٹاک میں آپ کے پاس صوبے میں ایسے اضلاع ہیں جو اس وقت بھی مال مویشی وہاں موجود ہیں یہ کم سے کم 50 لاکھ سے زیادہ ہیں۔ پورے ملک میں آپکا صوبہ پورے ملک میں wind کے حوالے سے بھی اور solar کے حوالے سے بھی یہ Natural ہے۔ پھر اُسکے علاوہ آپکے پاس جو کونڈہ ہے۔ کونڈہ سے لیکر ہرنائی، دُکی یہ تمام belt آپکی اعلیٰ کوالٹی کا سب سے بڑا deposit صوبے کا اس علاقے میں موجود ہے۔ لیکن اُس سے بھی کام نہیں لیا گیا ہے۔ تو energy یہ تمام چیزیں اور CPAK کے حوالے سے میں صرف اتنی بات رکھنا چاہتا ہوں۔ CPAK اگر بنے گا تو یہ تمام نقشہ change ہو جائیگا۔ اور اُس میں جو نظر اندازی ہوئی ہے۔ یہ نظر اندازی مزید نہیں ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے گوادر میں ایئر پورٹ، گوادر میں واٹر سپلائی، گوادر سے جو روڈ آرہے ہیں وہ روڈ۔ اور مغربی کوریڈور۔ مغربی جو روٹ ہے اسکو اور اسکے جو Fiber optics ہے نمبر 1۔ Energy کے منصوبے ہے 2۔ صنعتی زون ہے 3۔ نمبر 4 انڈسٹریل زون ہے۔ اکانامک زون ہے 4۔ اور Sub corridors ہے۔ corridors خود corridors ہے ایک معنی میں۔ یہ تمام چیزیں اگر یہاں پر آجائیگی تو نقشہ بدل جائیگا۔ لیکن اُس میں جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہیں۔ وہ چیزیں اسلام آباد توجہ سے اگر اس صوبے کی پوری کر دیں گی۔ میرے خیال میں پاکستان کا یہ صوبہ یہ پاکستان کا مستقبل بھی ہے۔ صحیح معنوں میں یہاں کام کیا گیا پاکستان کی اچھی مستقبل کا ضامن بن سکتا ہے۔ اور اگر ignorance ہو اور ignorance مزید چلتا رہا۔ تو پھر خدا خیر کرے کہ پھر کس طریقے سے ہوگی۔ تو جو قرارداد اس وقت ایوان کے سامنے ہیں۔ میں آپ سے گزارش یہ کرتا ہوں کہ آپ ایوان سے جب رائے لیں گے۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ ایوان سے کہ وہ اس قرارداد کو منظور کریں۔ اور یہ قرارداد ہمارے لیے، صوبے کیلئے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اور میں خود اسکی تائید بھی کرتا ہوں۔ پیش بھی کرتا ہوں اور دوستوں سے request یہ ہے کہ وہ اسکو پاس کر کے صوبے کے مستقبل کے حوالے سے انکی جو ضروریات ہوگی وہ اُن سے پوری ہو سکے گی۔ بڑی مہربانی thank you

میڈم اسپیکر:- O.K۔ یا سیمین صاحبہ ابھی اگر بہتر ہے انہوں نے (محرک) نے دیدیا ہے۔ تو میں کیا اسکو پہلے پیش کر دوں؟۔ جی یا سیمین لہڑی صاحبہ floor is with you۔

یا سیمین بی بی لہڑی:- صرف یہ ہے کہ مطلب یہ بہت ہی اپنی نوعیت کی ایک اہم قرارداد ہے۔ اس پر میرے

خیال میں ہم کافی لاتعداد مرتبہ پہلے بھی بات کر چکے ہیں۔ ابھی recently جو initiative آپ کی طرف جو لیا گیا تھا اس معزز ایوان کی طرف سے کہ ہم جو ہیں قراردادیں پاس کر کے کچھلی حکومتوں کی طرح اُنکو dumb نہ ہونے دیں۔ بلکہ اُنکی implementation کو insure بنائیں۔ جو ہم نے legislation کی ہے۔ جو ہم نے کمیٹی بنائی ہے۔ اُس کمیٹی کو جتنا جلد از جلد ہم functionalize کر دیں تاکہ وہ ان tasks کو لیکر جتنی بھی قراردادیں یہاں پر منظور ہوئی ہیں۔ وہ آنے والے حکومتوں کیلئے نہ چھوڑیں۔ بلکہ ہم اپنے ہی دور میں اُنکی implementation کو insure کریں۔ میڈم اسپیکر! مطلب یہ بہت ہی اہم نوعیت کی قرارداد ہے۔ یہ گھوم پھر کر مطلب 18 ویں ترمیم کے ساتھ اسکا link بنتا ہے۔ تو اگر آپ اس پر بہتر، مناسب سمجھنا چاہیں کوئی task force اٹھارویں ترمیم بہت ہی اہم میرے خیال میں ایک subject ہے۔ اور یہاں پر جتنے بھی ہمارے مسائل ہیں، issues ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے بلوچستان کے تمام مسائل کا حل اٹھارویں ترمیم نہیں ہے۔ لیکن اُنکے حل کی طرف ایک جو ہے پیش قدمی ضرور ہے۔ تو اگر من و عن اٹھارویں ترمیم کو implement کیا جائے۔ کیونکہ یہاں پر ہم سمجھتے ہیں کہ جو بھی ادارے devolve ہوئے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ Liabilities ہمارے جو ہے لاتے جا رہے ہیں۔ جو بھی employs ہیں جنکے تنخواہیں دینی ہوتی ہیں۔ وہ ہمارے سر پر آ کر بیچارے کھڑے ہوتے ہیں کہ جی اٹھارویں ترمیم کے بعد ہمارا department devolve ہوا ہے۔ تو صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ پہلے سے ہم یہاں پر over ہے کہ ہم Non-development میں salaries کو کس طرح سے accommodate کریں۔ جب بھی کوئی ادارہ devolve ہوتا ہے میڈم اسپیکر! تو وہ liabilities کے ساتھ نہیں بلکہ assets بھی اُس میں devolve ہوتے ہیں۔ اب ہوا یہ ہے کہ مطلب assets کو devolve نہیں کیا جا رہا۔ اُنکی royalty جو ہے ہمیں نہیں مل رہی۔ صرف liabilities جو ہے وہ ہمارے کھاتے میں دیئے جا رہے ہیں۔ جس سے ہم مزید over burdon ہو رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ assets اور liabilities ان دونوں کو devolve ہونے کی ضرورت ہیں۔ تاکہ جو بلوچستان کے اندر محرومیاں ہیں۔ ابھی بھی میڈم اسپیکر! میں آپکو یہ figure دوں، کہ 4000 سے زائد پوسٹیں ہماری Federal کے اوپر اٹھارویں ترمیم اور N.F.C کے تحت ابھی تک وہ vacant ہے۔ جو کہ fill ہونے والے ہیں۔ تو اگر 4000 ہزار ہمارے نوجوان Accommodate ہوں۔ یہاں پر CPAK کی بات ہوئی میڈم اسپیکر۔ میں سمجھتی ہوں کہ چائے نے جو ہے وہ released کیا کہ اگر جو ہے مطلب وہاں پر جو کہ

انکا under develop علاقہ ہے۔ insurgency وہاں پر ہو رہی ہیں۔ insurgency کو counter کرنے کیلئے اتنا project وہ لیکر آئے ہیں۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو develop کیا جائے۔ انکی محرومیاں ختم کی جائے۔ ایک طرف وہ approach ہے۔ دوسری طرف جو ہے اگر یہ approach کہ جو آپکا صوبہ و مسائل سے مالا مال صوبہ ہے۔ اسکو مزید ان وسائل کے ہوتے ہوئے اگر ہم deprive کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ لمحہ فکریہ ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ہے کہ جو develop countries ہیں وہ کس نقطہ نظر سے سوچتے ہیں اور ہم جو ہے وہ کس نقطہ نظر سے سوچنا ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ہی اہم subject ہے۔ اور یہ جو مختلف جو development کے packages ہم demand کرتے ہیں Federal government سے میڈم اسپیکر۔ یہ ہم کوئی بھیک نہیں مانگتے ہیں۔ ہماری جو ہے انکے اوپر still جو ہے میں سمجھتی ہوں کہ ہم وہ مقروض ہے ہمارے۔ کیونکہ بلوچستان سے جب سوئی گیس نکلا 50 میں۔ 50ء سے لیکر 90ء تک وہ بلکل آرام سے کھاتے رہے۔ ایک پیسہ جو ہے انہوں نے رائلٹی بلوچستان کو pay نہیں کی۔ 90 میں جا کر فیصلہ ہوا کہ جی بس ٹھیک ہے مطلب انکو ابھی وہ جو خیرات کے طور پر 12% جو ہے وہ منظور ہوا۔ وہ 12% بھی یہ نہیں کہ مطلب جس علاقے سے، جس ڈسٹرکٹ سے نکل رہا ہے۔ اس کی development پہلے میرا خیال میں first priority ہونی چاہیے۔ وہ 12% بھی جو ہے through صوبائی گورنمنٹ۔ تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ 50ء سے 90ء تک جو بلکل ایک silent period رہا۔ اس میں خاموشی سے ہمارے وسائل کھاتے رہے۔ کوئی مطلب royalty نہیں دی گئی۔ اس کے بعد جو اگر رائلٹی اگر دی بھی گئی تو بلکل minimum 1percentage جیسے کوئی خیرات میں دیتا ہے۔ وہ ہمیں ملا ہے۔ وہ ہمیں ملا ہے۔ تو وہ میرے خیال میں مقروض ہیں۔ ہم اپنا وہ قرضہ لینے کیلئے packages کی demand کرتے ہیں۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ بلوچستان کے لوگوں کو جو ہے وہ سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم Federals کو ہی demand کرتے ہیں یا کوئی package وہاں سے آتا ہے تو جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ مطلب جو basic facilities ہیں وہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم کوئی بنیادی سہولت دیں تو یہ عوام کے اوپر احسان نہیں ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی Federal government بلوچستان کو package دیتا ہے تو وہ احسان سمجھ کر نہیں لیتے بلکہ اپنا وہ حق سمجھ کر لیتے ہیں۔ تو ان چیزوں کو میرے خیال میں ہمیں بلکل صحیح طریقے سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ محرومیوں کا ازالہ کیا جائے۔ ایک task force اگر آپ بنالیں۔ اٹھارویں ترمیم پر۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ بہت ہی بہتر اقدام ہوگا۔ Thank you۔

میڈم اسپیکر:- ڈاکٹر حامد اچکزئی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی (وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جی ڈی اے، بی ڈی اے، کیو ڈی اے، بی سی ڈی اے)۔
 بڑی مہربانی میڈم اسپیکر! کہ آپ نے اس موضوع پر ہمیں بولنے کا موقع دیا۔ میں کوشش کرونگا کہ repetition نہ ہو۔ لیکن یہ بات ہے کہ جو ماضی میں ہمارے ساتھ جو رویہ رکھا گیا تھا اگر وہ اسی طرح جاری رہا تو اس کے بڑے نتائج نکلیں گے۔ اور اتنا بڑا project جس طرح گوا در کا ہے۔ اُس میں اگر اس صوبے کے مغربی رُوٹ کو مد نظر نہ رکھا جائے تو شاید پھر ہم یہ سمجھیں گے کہ بشمول پنجاب کے لوگوں کی نظر صرف گوا در اور چائنا کے کاروبار پر۔ بجائے اس کے اگر ہمیں حصہ دار نہ بنایا گیا۔ دوسری بات یہ کہ N.F.C award کی ہے۔ پہلے بھی ہمارے ساتھ یہی رویہ ہوتا رہا۔ N.F.C پر میٹنگیں نہیں ہوتی رہی ہیں۔ اور جب میٹنگز ہوئے اُس نے بڑے اچھے نتائج دیئے۔ ابھی پھر یہ میٹنگ due ہے۔ اور ہونے نہیں رہی ہے۔ اور ادھر Federal Budget سر پر آ گیا ہے۔ تو ہم یہ آپکے توسط سے، اس اسمبلی کے توسط سے، اس گورنمنٹ کی توسط سے Federal government کو یہ request کریں گے کہ N.F.C award کے محرکات اور اُسکے شرائط کو مد نظر رکھا جائے۔ آبادی، آبادی، آبادی۔ یہ تو محض دھوکہ دہی ہے کہ جی آبادی کم ہے تو آپکا resource زیادہ ہے۔ لیکن ٹھیک ہے ہماری آبادی کم ہو لیکن ہمارے وسائل، گیس، معدنیات، سمندری پٹی، Livestock، یہ سب ہمارے ہر صوبے سے زیادہ ہیں۔ اور ہمارا گیس جس طرح محترمہ لڑی صاحبہ نے کہا کہ ہمارے گیس کو 55,60 سال تک لیتے چلے گئے۔ ابھی بھی اس صوبے کی حیثیت گیس کی مد میں ایک کالونی کی حیثیت ہے۔ قالونی کی حیثیت اس طرح کہ اس area کو مد نظر رکھتے ہوئے اس صوبے کے میرے خیال میں مشکل سے 20,30% آبادی کو گیس میسر ہے۔ یہ 1994,95 میں میں نے National Assembly میں یہ سوال کیا تھا کہ پنجاب کے، سندھ کے، پشتونخواہ کے ایسے قصبے بتائے جائیں جہاں سوئی گیس نہیں پہنچی ہے۔ اور ہمارے پشتون بلوچ صوبے کے ایسے شہر اور قصبے بتائے جائیں جہاں پر آپ نے گیس پہنچائی ہو۔ تو سوائے اُسوقت 94,95 میں کوئٹہ سٹی کے اور پورے صوبے میں گیس نہیں تھا۔ تو discrimination اور کہا اگر یہ حال رہا تو ظاہر ہے disappointment ہوگی۔ غربت ہوگی، پسماندگی ہوگی۔ ابھی تک دُنیا میں دہشت گردی کے گراؤنڈز تیار ہیں۔ تو ظاہر ہے ہمارے بچے، ہمارے جوان، ہمارے بے روزگاروں کی اُسی طرف اُنکی توجہ ہوگا۔ تو یہ وہ پیغام ہے ہم مرکزی کو دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے resources۔ ہماری آبادی، جو ہمیں ارادے سے پھر بھی

کہتا ہوں کہ ہمیں پسماندہ رکھا گیا ہے۔ اور اس پسماندگی کو ختم کرنے کیلئے ہمیں ان resources میں حصہ دار بنایا جائے۔ اور ہمیں کم از کم اتنا فنڈ دیا جائے یا تو ہمارے صوبائی حکومت میں بجٹ کا وہ دیا جائے یا Federal government میں ایسے Project ہمیں دیئے جائیں تاکہ ہم اگر فوراً نہ ہو تو کم از کم کسی حد تک کسی دوسرے صوبوں کے ہم پلہ ہو جائیں۔ اتنا بھی تو 6 سو کلو میٹر ہے ہماری سمندری پٹی ہے، ہماری گیس ہے، معدنیات ہیں۔ ابھی تک ہمارے پاس ایک کول بیس تھرمل تھا۔ وہ اُس وقت کے ملٹری گورنمنٹ نے لوٹ کر پتہ نہیں کہاں بیچ دیا۔ ہماری گیس بیس تھرمل دیا جائے۔ کیونکہ ہمارے پاس resource نہیں ہے کہ ہم اُسکو develop کریں۔ ابھی یہ World Bank ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ پورالی اور ناڑی کے ڈیموں پر۔ تو اسی طرح ژوب river پر بھی ہو سکتا ہے۔ کدنی river قلعہ عبداللہ میں ہو سکتا ہے اور بھی علاقے اگر دیکھا جائے تو asset کر سکتے ہیں۔ اور ہم 80% تقریباً غربت کے لکھیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اور باقی صوبوں میں کوئی چالیس فیصد ہے کوئی تیس فیصد ہے یہ gap جتنا پورا ہو جائے ہمیں اپنے حکومت پر اور اداروں پر اعتماد بڑھ جائیگا۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر:- سوال یہ ہے کہ آیا مشترکہ قرارداد نمبر 68 منظور کیجائے؟۔ مشترکہ قرارداد نمبر 68 کثرت رائے سے منظور ہوئی۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔

صوبے میں تعلیم کی ترقی اور ترویج پر عام بحث۔ جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب آپ صوبہ میں تعلیم کی ترقی اور ترویج پر بحث کی تحریک پیش کریں۔

عبدالرحیم زیارتوال (وزیر تعلیم):- شکر یہ میڈم اسپیکر۔ میں وزیر تعلیم کی حیثیت سے تحریک پیش کرتا ہوں کہ صوبہ میں تعلیم کی ترقی و ترویج پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔

میڈم اسپیکر:- تحریک پیش ہوئی، آیا صوبے میں تعلیم کی ترقی و ترویج پر عام بحث کی اجازت دی جائے؟۔ تحریک منظور ہوئی۔ جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب آپ صوبے میں تعلیم کی ترقی و ترویج پر بحث کا آغاز کریں۔

عبدالرحیم زیارتوال (وزیر تعلیم):- میڈم اسپیکر! اس پر ہمارے دوست بولیں گے اور میں اُس کو لکھتا جاؤنگا۔ جو بھی ہے وہ پھر بعد میں۔

میڈم اسپیکر:- ٹھیک ہے، جو بھی اس پر بولنا چاہتے ہیں وہ اپنے نام دے دیں، نصر اللہ

زیرے صاحب آپ افتتاح کر دیں بحث کی۔

نصر اللہ زیرے:- thank you Madam Speaker کہ آپ نے مجھے اس اہم تحریک پر بولنے کا موقع دیا، میڈم اسپیکر تعلیم وہ بنیاد ہے ہمارے معاشرے کا۔ جس کے ذریعے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور یقیناً آج جب دنیا ترقی اور کامرانی کے معراج کو چھو رہی ہیں، آج جب دنیا اکیسویں صدی میں ہیں اور بڑے بڑے ترقی اور ایسے ایسے انہوں نے ایجادات کئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف تعلیم اور علم کے برکت ہے۔ بد قسمتی سے میڈم اسپیکر ہمارے ملک میں وہ توجہ نہیں دی گئی تعلیم کو، بلکہ تعلیم کو تقسیم کیا گیا، ایک وہ تعلیم جو ہمارے اکثریت بچے، جو ہمارے میں سمجھتا ہوں کہ 90 فیصد سے زیادہ بچے، عوام جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں سرکاری سکولوں میں ایک وہ تعلیم جو ہماری elite class حاصل کر رہی ہیں۔ اس میں بڑا تضاد ہے۔ میڈم اسپیکر اس ملک میں، جب سے اس ملک کی بنیاد رکھی گئی اس میں تعلیم کو شعور اُس لئے کہ 9 سال تک یہ ملک سر زمین بے آئین رہی، پالیسی نہیں بنائی گئی، پھر مسلسل اس میں ملک میں امریت کا نظام رہا، مارشالا رہا، ہر مارشالا کا اُس کی تعلیم کے حوالے سے اپنی ترجیحات تھی۔ نصاب میں ایسے مضامین شامل کئے گئے جس کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ، انتہا پسندی، رجعت پسندی، دہشت گردی کی طرف مائل ہیں۔ ایسے ایسے subject شامل کئے گئے، شعور اُپہ کوشش کی گئی کہ ایک روشن فکر معاشرہ ایک ایسا معاشرہ، ایک لیبرل معاشرہ کی بجائے ہم تعلیم کو انتہا پسندی کی جانب لیکے جائے۔ اور مخصوص میڈم اسپیکر! تعلیم کو جس زبان میں جس ذریعہ تعلیم کو اپنایا گیا ہے اُس میں یہ شعور اُپہ کوشش کی گئی کہ ہماری قومی زبانوں کو ہمارے جو مادری زبانیں ہیں اُن کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ آج تمام دنیا اس بات پر متفق ہے کہ اُس وقت صحیح طور پر آگے بڑھ سکے گا جو وہ اپنی مادری زبان میں وہ اپنی ماں سے جو باتیں سمجھ رہے ہیں، ماں جو باتیں بتا رہی ہیں گوڈ سے لیکر اُس تعلیم پر پابندی لگا دی گئی۔ پشتو زبان اور بلوچی زبان کو تعلیم کا ذریعہ نہیں بنایا گیا، پنجابی زبان کو تعلیم کا ذریعہ نہیں بنایا گیا۔ آپ یقین کریں ہمارے بچے تو صرف زبانیں سیکھ رہی ہیں۔ سکولوں میں پہلے وہ اُردو زبان پھر آگے جا کے انگریزی زبان اور درمیان میں عربی بھی سیکھائی جاتی ہے پھر فارسی میں بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ مادری زبانوں کو جو ہمارے قومی زبانیں ہیں اُن پر پابندی لگائی گئی۔ آج بھی اس ملک میں پابندی ہے مادری زبانوں میں۔ اس حکومت نے یہ کام کیا ہمارے تعلیم محکمہ نے ایک مضمون کو ہم نے شامل کیا۔ چائنا آج دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے اُن میں اکثریت کو انگلش نہیں آتی تھی۔ سارے چائینیز زبان بولتے تھے۔ آج جاپان اتنا آگے گیا وہ آج بھی اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کی۔ ٹھیک ہے ہمیں زبانیں سیکھنی چاہیے اور ہمیں اُردو پر بھی عبور ہونی چاہیے اور انگریزی پر بھی، عربی بھی سیکھنی چاہیے لیکن پہلے میرے مادری زبان۔

میڈم اسپیکر:- نصر اللہ صاحب suggestion دے دیں۔

نصر اللہ خان زیرے:- میں نے suggestion دے دیں کہ اساتذہ کو حاضر کیا جائے جو misbalance ہے اُس کو ختم کیا جائے، colleges کے side پر ہم نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں، ہم نے تربت میں یونیورسٹی بنائی ہے، لورالائی میں یونیورسٹی بنائی ہے، بہت سارے residential colleges بن گئے، cadet colleges بن گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر تعلیم اور متعلقہ حکام اس حوالے سے مختلف اقدامات اٹھائے، اس سال ہم نے داخلہ مہم کی، بہت سارے بچوں کو، لاکھوں بچوں کو ہم نے اسکول میں داخل کروایا، یقیناً اس میں مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔

thank you madam speaker.

میڈم اسپیکر:- سپوزمسی صاحبہ۔

سپوزمسی اچکزئی:- شکر یہ میڈم اسپیکر۔ آج جو education کے حوالے سے بحث ہو رہی ہے یہ انتہائی اہم بحث ہے اور اس میں جتنی بھی بات کی جائے وہ کم ہے کیوں کہ جس طرح حالات ہمیں ملے ہیں پچھلی گورنمنٹ سے، جو خستہ حالی education department کی ہے اُس کے لیے جتنا بھی کام کیا جائے وہ کم ہے۔ ہماری گورنمنٹ نے اس میں emergency اس لیے نافذ کی کیونکہ emergency کے بغیر اس میں کام نہیں ہو سکتا تھا۔ میں UNICEF کی ایک report یہ ایوان کے ساتھ share کرنا چاہتی ہوں۔ UNICEF کی یہ report کے مطابق میں ایک جملہ quote کروں گی کہ تعلیم انتظار نہیں کر سکتی، اس پر انہوں نے کام کیا، اور اس کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ اگر ہم fund raise کریں گے دنیا کے بچوں کی تعلیم کے لیے خصوصاً ان علاقوں کے لیے جو شورش زدہ ہیں۔ اسی طرح ہم نے بھی جناب اسپیکر اسی طرح کام کرنا ہے۔ ہم نے بھی emergency نافذ کی ہے کسی حد تک ہمیں کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن ہمیں اور بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس گورنمنٹ میں کافی کام ہوا ہے لیکن ابھی اور بھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ facts and figures پر میڈم اسپیکر میں زیادہ نہیں جاؤں گی، میری تجویز یہ ہے کہ ہم اگر ایک گرلز سکول اور ایک بوائز سکول as a model لے لیں اور اس کو benchmark بنا کر اُس کا ایک

model بنالیں۔ اگر اس benchmark کو اگر اس طرح model بنا لیتے ہیں کہ اس میں ساری سہولیات ہوں، اُس میں اساتذہ کی موجودگی ہوں، تو اُن کو facilitate کیا جائے۔ جاپان کا آپ سب کو پتہ ہے وہاں اساتذہ کو بہت facilitate کیا جاتا ہے۔ اس ایوان میں 90% لوگ جو ہیں وہ انہی اسکولوں سے پڑھ کر آئے ہیں۔ تو میڈم اسپیکر اس میں model course ہوں جو خاص subjects پر مشتمل ہو۔ اگر بچوں کو شروع سے یہ پڑھا دیا جاتا ہے اور اگر وہ foreign بھی جاتا ہے studies کے لیے یہی course اُس کے کام آئے گا۔ اور مادری زبان کی میں خاص طور پر جس طرح ہمارے ممبر نے بات کی اس پر اگر ہم کام شروع کریں تو آنے والی گورنمنٹ اسی model کو لے کر آگے بڑھے گی۔ تو میڈم اسپیکر میں یہ بھی کہوں کہ میرے خیال میں اپنے funds سے اس کے لیے مختص کرنا چاہوں گی۔ کیوں اس کے لیے جتنے بھی پیسے رکھے جائیں وہ کم ہے۔ تو میڈم اسپیکر یہ میری تجاویز تھیں۔ thank you۔

میڈم اسپیکر:- آغا لیاقت صاحب۔

سید لیاقت علی آغا:- شکریہ، یہ جو قرارداد آئی ہے اس پر جتنا بھی بولا جائے وہ کم میں یہاں چند points پر بات کروں گا، سب سے پہلے تو یہ ہے کہ جب ہم اس حکومت میں آئے تو ہمارا نعرہ یہ تھا ہر بچہ اسکول میں جس میں میرے خیال میں ہم ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔ زیرے صاحب نے کہا ہم نے بڑی محنت کی۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ ابھی تک ہم نے اُس دور افتادہ علاقوں کو تو چھوڑیں پشین میں بھی بچوں کو وہ سہولیات مہیا نہیں کی ہیں جو اُن کا حق ہے جو اُن کو ملنا چاہیے تھی۔ انہوں نے cluster program شروع کیا ہے، اُس پر کوئی check نہیں ہے۔ گزشتہ دنوں میں نے اپنے حلقے میں سات آٹھ اسکولوں کا visit کیا، میں حیران ہوا ابھی تک چار اسکولوں میں بنیادی سہولیات نہیں ہیں۔ اُن کے washroom نہیں ہے، بیٹھنے کے لیے کام کی کرسی نہیں ہے۔ تو یہ تعلیم کس طرح آگے بڑھائی جائے گی۔ زیارتوال صاحب سے میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ جو program یا جو ideas ہم نے آپ کو دی تھی اُس میں سے ایک فیصد پر عمل ہوا ہے؟ ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ اور دعویٰ ہم کر رہے ہیں ہم اچھی تعلیم دے رہے ہیں۔ ہمارے پاس اس وقت relevant funds میں

ساڑھے پانچ ارب روپے پڑے ہیں۔ یہ ابھی تک فیصلہ وزارت تعلیم نہیں کر سکی کہ اس پیسوں کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ ہمارے پاس اس وقت مدرسوں میں اسکولوں سے زیادہ بچے ہیں۔ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکے ہم نے کئی دفعہ کہا ہے کہ ہمارے KG اور ہمارے پہلی جماعت کے بچوں کو اُن کو 300 یا 400 وظیفہ دیا جائے تو یہ بچے سارے اسکولوں میں آجائیں۔ اگر آپ اُن کو facilitate نہیں کریں گے تو یہ کس طرح آئیں گے۔ تو میری اس سلسلے میں زیارتوال صاحب سے گزارش ہے کہ جو پیسے funds میں پڑے ہیں اول تو آپ اُن کی utilization کریں۔ اور ہمارے پہلی جماعت کے بچوں کو اُن کو کوئی وظیفہ دیا جائے۔ نمبر 2، یہ fund کافی عرصے سے account میں پڑا ہے اگر کوئی سمجھدار وہ ہوتا تو اس fund کو کم سے کم وہ profit account میں رکھتا اور اس پر ہمیں اتنے پیسے مل جاتے کہ ہم کئی ہزار اسکولوں کو اُن پیسوں کے اسلامی منافع سے اُن کو facilitate کر سکتے تھے۔ تو میری یہ گزارش ہے اس پیسے کو utilize کرنے کے لیے کسی ایسے اسلامی بینکنگ کے ذریعے رکھا جائے اور اُس کے کئی بچوں کو وظیفہ دیا جاسکتا ہے۔ میری اگے اس حکومت سے گزارش ہے کہ اُن teachers کو تو بھرتی کر لیا گیا ہے جو A for Apple اور B for bus سے آگے نہیں پڑھا سکتے۔ اُن کے لیے ایک training program شروع کیا جائے تاکہ جب وہ سکول میں جائیں تو وہ صحیح english صحیح syllabus پڑھا سکیں، اور syllabus پر اُن کو عبور ہو۔ میری اس وزارت تعلیم سے گزارش ہے کہ teacher training program شروع کیا جائے شام کو ہر ٹیچر کو پابند کیا جائے۔ میڈم اسپیکر! ہمارے پشین میں دو یا تین بہت اچھے سکول ہیں اُس کو اُردو سے انگلش میڈم میں کیا جائے ایسے سکول ہر ضلع میں سالانہ انگلش میڈم کیا جائے کیونکہ والدین انگلش کی خاطر اپنے بچوں کو پرائیویٹ سکولوں میں داخل کرتے ہیں۔ اور اُنہی سکولوں کیلئے اساتذہ کو مہیا کریں۔ آخری بات لندن میں ہر بچے کو انرجی کیلئے بسکٹ دیتے ہیں ایک زمانے میں یونائیٹڈ نیشن کی طرف سے ہمیں سکولوں میں دودھ ملتی تھی آپ یقین کریں اس دودھ کی وجہ سے کربلا کے سکول کی تعداد سات سو تک پہنچ گئی اس دودھ کی وجہ سے۔ تو جب ہمارے وزارت تعلیم صاحب کا یہ حال ہے کہ میں یہ بات کر رہا ہوں وہ وہاں گپ شپ کر رہا ہے تو یہ تعلیم کیا ترقی کریگی۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر:- شیخ جعفر خان مندوخیل۔

شیخ جعفر خان مندوخیل:- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ میڈم اسپیکر۔ آج ایجوکیشن پر بحث کیلئے دن مقرر کیا گیا میں سمجھتا ہوں بہتر اقدام ہے۔ کیونکہ ایجوکیشن کا ہم نام لیتے ہیں لیکن کسی سرکاری سکول میں ایجوکیشن نہیں ہے۔ زیرے صاحب نے کہا ہے کہ ایک ایک لاکھ تنخواہ تک ہے لیکن جس سکول میں پانچ ہزار تنخواہ دیتے ہیں اُس میں تعلیم ہے لیکن ہمارے سرکاری سکولوں میں تعلیم نہیں ہے۔ پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ کیا فائدہ کہ ہم 25% بجٹ خرچ کر رہے ہیں مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے۔ ہم نے گورنمنٹ سکولوں کو سنبھالنا ہوگا۔ اس حکومت میں یہ بہتری آئی ہے کہ NTS کے ذریعے سے جو بھرتیاں ہوئی ہیں اس میں نسبت بہتر ٹیچرز آئے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ٹیچرز کو ختم پڑھنا نہیں آتا ہے ان لوگوں کو سنبھالنا ہوگا کہ کس طرح ان کو ہم ٹریننگ دی جائے کہ وہ اس کے قابل ہو جائے اور ساتھ ساتھ ہمیں ٹیچرز کی حاضری کو یقینی بنائیں۔ جو ٹریننگ پروگرام ہے اس کو اس کا قابل بنادیں کہ وہ بچوں کو پڑھا سکے یہ ہمارے سسٹم کی خامیاں ہیں ان کو درست کرنا ہوگا۔ ورنہ بلوچستان نہیں پڑھ سکے گا۔ آج کل پی ایس کیلئے بھی آپ کو پڑھے لکھے لوگ نہیں ملتے۔ میں تو کہتا ہوں کہ بلوچستان میں پانچ فیصد لوگ بھی نہیں پڑھیں ہونگے۔ اُن کو ہم لوگوں نے توجہ دینا ہوگا۔ ایمر جنسی تعلیمی نافذ کی ہے۔ اس میں سارے گورنمنٹ کو involve کرنا پڑیگا۔ ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر وہ ان کے ساتھ ہو جائے اور چیکنگ کریں اور یہ رپورٹ بھیجا کریں گورنمنٹ کو کہ ٹیچرز کی حاضری کتنی ہے۔ میں کا کڑخرا سان ثوب کے دورے پر گئے ہر جگہ لوگ کہتے تھے کہ ٹیچر نہیں ہیں۔ پھر تنخواہ کیوں مل رہی ہیں جب پچاس ہزار میں کام نہیں کرتے اور پانچ ہزار میں کام کرتے ہیں تو پھر قصور تو ہم لوگوں میں ہے۔ we are the Government۔ یہ ہمارے پاس ڈیپارٹمنٹ ہے وہ اس کو کیوں پابند نہیں بنا سکتے ہیں۔ کوالٹی ہم نے ایجوکیشن میں لانا ہوگا، یہ ہم بچوں کے مستقبل کے ساتھ ہم کھیل رہے ہیں۔ ٹیچرز کی حاضریاں ہم کس طرح یقینی بنا سکتے ہیں جو ایک لاکھ روپے تنخواہ لے کے سکول نہیں جاتا ہے تو اُس کو فارغ کر دیں۔ اچھا ہے کسی اور کو روزگار بھی مل جائیگا۔ اور شاید پڑھا بھی جائے جب تھوڑا سختی ہوگی ان چیزوں پر توجہ دینا ہوگا۔ ٹیچرز ٹریننگ پروگرام کے آخر میں اُن سے ایک ٹیسٹ لے لیں۔ جو qualify نہیں ہوئے اُن کو گھر

بھیجوادیں۔ یہ نہیں ہے کہ یہ صرف ایجوکیشن منسٹر یا سیکرٹری ایجوکیشن کا کام ہے یہ گورنمنٹ کا سب کا مشترکہ کام ہے۔ ہمیں بھی ان کے ساتھ support دینا چاہیے۔ میرے اپنے بچے لاہور میں پڑھ رہے ہیں کیونکہ یہاں کوئی تعلیم بہتر نہیں ہے پنجاب میں بھی گورنمنٹ کے سکول کمزور ہیں لیکن کالج کے سطح پر اچھے کالج ہیں یہاں ہم کالج کھول رہے ہیں دور علاقوں میں۔ لیکن پھر اس میں problem یہ ہو جاتا ہے وہ لیکچرر جو ادھر بھرتی ہو جاتا ہے وہ ادھر جاتا نہیں۔ 95 فیصد لوگ غریب ہیں وہ پرائیویٹ کالجز میں فیس برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ جب ہم کالجز زمانے میں تھے اس وقت سکالرشپ ریٹ تھا almost وہی ہے۔ پرائمری لیول کے سکالرشپ دیا جائے پھر ڈل کا سکالرشپ اس سے زیادہ کریں یونیورسٹی میں جب آتے ہیں تو اور لیول کا سکالرشپ دیا جائے۔ ان چیزوں پر توجہ دینا چاہیے۔ ایک میڈیکل کالج تھا اب تین ہم نے کر دیا ہے۔ آیا ہم خضدار اور تربت میں اچھے ٹیچرز بھیجوا سکتے ہیں آیا ہم لورالائی میں اچھے ڈاکٹر بھیجوا سکتے ہیں، کونٹہ کے بعد اگر کوئی بڑا ہسپتال ہے وہ ڈوب کا ہے۔ وہاں تو ڈاکٹر موجود نہیں ہے پتہ نہیں کالجز میں کون پڑھائیگا ان کے لئے ٹیچرز کون آئیگا۔ ہمارے صوبے کے حالات کو دیکھا جائے کہ ہمارے پاس کتنے ٹیچرز موجود ہیں۔ دوسرے کالجز بنائیں ان کو ہاسٹل مہیا کیا جائے لہذا ہمیں اس چیز پر سوچنا چاہیے۔ اور سکالرشپ زیادہ کر دیں۔ exam میں نقل کارجان ختم کر دیں امتحانی سینٹر کے اندر سے باہر لڑکے کھڑے ہوتے ہیں وہاں سے دفعہ 144 نافذ کریں۔ دوسرا یونینز بھی مضبوط ہو گئے یہ بھی مسئلہ پیدا کرتے ہیں منسٹری کیلئے۔ تاکہ SDO یا EDO غیر حاضر ٹیچرز کے خلاف کارروائی کریں کیونکہ یونیز والے کی وجہ سے کوئی کارروائی نہیں کرتے ہیں۔ سکولوں کی خستہ حالت ہے ان کو بہتر بنایا جائے۔ ان کی کوالٹی پر توجہ دینی چاہیے۔ سیکرٹری کے گھر سے اتنے کروڑوں روپے نکل آتے ہیں یہ کس چیز کے پیسے ہیں یہی maintenance کے پیسے ہیں کوئی آسمان سے تو نہیں آتے ہیں۔ ان چیزوں کو ہم نے کنٹرول کرنے ہیں۔ ان چیزوں پر توجہ دینی چاہیے جب تک ہم اس میں کامیاب نہیں ہونگے نہ ان کیلئے infrastructure ہم provide کر سکیں گے۔ آخر میں میں یہ تمام suggestion کے ساتھ ان کو calculate کر کے بہتری کی طرف اگر اقدام ہم اٹھالیں تو کم از کم صوبے کیلئے ایک احسان ہوگا۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر:- ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ۔

ڈاکٹر شمع اسحاق:- شکریہ میڈم اسپیکر۔ Napoleon کہتا ہے کہ تم مجھے ایک تعلیم یافتہ ماں

دے دو، میں تمہیں ایک پوری قوم دوں گا۔ میڈم اسپیکر اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ تعلیم اور علم کی بدولت جو ترقی ہوئی ہے اُن کے ثمرات سے پوری انسانیت مستفید ہو رہی ہے۔ سائنس کا شعبہ ہو یا میڈیکل آج انسان اس کائنات کو فتح کر لیا ہے وہ علم کی مرہون منت ہے۔ بلاشبہ اس کائنات کے اصل حکمران کتاب ہی رہی ہے۔ پاکستان اور بلوچستان تعلیمی زبوحال کے کئی وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ اساتذہ کرام اگر قابل نہ ہو۔ تو وہ طالبات کو کیا تعلیم دینگے۔ تعلیم بنیادی ضرورت ہے جس کے ذریعے ہم دوسرے قوموں کے قریب آسکتے ہیں۔ اگر کسی قوم نے ترقی کی ہے وہ تعلیم کے بدولت ہیں۔ جن قوموں نے ترقی کی ہے وہ اپنے مادری زبانوں کی بدولت۔ ہم نے یہاں پر بہت سے تحریک جمع کرائی ہیں انہی مادری زبانوں کے متعلق۔ لیکن اس پر عمل کوئی نہیں ہوتا ہے۔ تجاویز کی طرف آتی ہوں۔ مادری زبانوں کو ہم نے implement کرنا ہے سکولوں میں۔ دوسری بات ٹیچروں کی حاضری کو یقینی بنانا ہے اور چوتھی بات ہے بچوں کو سرکار شپ دی جائے۔ شکریہ

میڈم اسپیکر:- ولیم جان برکت صاحب، میں ترتب سے جا رہی ہوں نواب صاحب آپ کو time دیتی ہوں پارٹی ویز بھی اور وہ جو چٹ دی ہے،

ولیم جان برکت:- اسپیکر صاحب بہت بہت شکریہ تعلیم یقیناً ہمارے تمام ساتھیوں جیسے بتایا ہے، کہ اس کے بغیر ترقی ناممکن ہے سیر حاصل بحث کی گئی ہے، میں اس میں تجاویز سے پہلے صرف ایک بات کہوں گا، کہ تعلیم کے فروغ میں جیسے جعفر صاحب نے کہا، کہ دوسرے جو تعلیمی ادارے ہے ان کا بڑا کردار ہے۔ ہمارے صوبے میں خاص کر اور یہ بھی ادارے سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، اور ہزاروں بچے اس میں زیرے تعلیم ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ان کے نتائج کو جب دیکھا جاتا ہے، تو وہ بہت ہی اچھے رہے ہیں اب بھی ہے۔ جو میری تجاویز ہیں وزیر تعلیم سے کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے ان اداروں کو ہم بجائے فروغ دینے کے یہ ان کے مدد کرنے کے لیے ہم ان کے لیے مسائل پیدا نہ کریں، کچھ عرصہ پہلے شاید ہم نے ایک رجسٹریشن ایکٹ بھی منظور کیا، جس پر وہ خوش نہیں ہیں، اس پر غور کرنا چاہئے، پھر ابھی کچھ دنوں پہلے ایک اور تجاویز زیرے غور ہیں، وزارت تعلیم کے پاس کہ پانچوں اور آٹھویں کے بچے ہیں، ان کو بھی بورڈ کے exam لیا جائے۔ میڈم اسپیکر! گزارش یہ ہے کہ جہاں تک پرائیویٹ ادارے تعلیم دے رہے ہیں، ان کے وہاں پر O level ہے، وہاں یہ تصور ہی نہیں ہے آٹھویں کلاس کا امتحان بورڈ کے ذریعے دے دیں۔ تو اس طریقے سے وہ بہت سارے بچے موثر ہونگے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں چند گزارشات پیش کروں گا تجاویز کی صورت میں، کہ ہمارے سینکڑی اسکولز ہیں، ان کی تعداد

سینکڑوں میں ہیں اس صوبے میں اور وہاں سے جب بچے نکلتے ہیں، تو ان کی تعداد بھی وہ ہزاروں سے زیادہ ہیں اور اس کے بعد جب وہ بچے میٹرک پاس کر لیتے ہیں، تو ان کو کالجز میں داخلہ نہیں ملتا ہے، یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے، اور خاص طور پر وہ بچے بد قسمت جو تھرڈ ڈویژن میں آجاتے ہیں۔ تو نتیجہ وہ تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ میری ایک تجویز یہ ہے کہ بلکہ اس پر پہلے کام بھی ہو رہا ہے کہ جتنے بھی ہائی اسکولز ہیں جہاں جہاں ہیں، ان کو سینڈری تک کر دیا جائے، اور وہاں پر FA/FSC تک کی تعلیم کو اس کا سلسلہ وہاں پر جاری کیا جائے۔ بلڈنگز موجود ہوں گی، سب چیزیں موجود ہوں گی، صرف چند اساتذہ کی ضرورت پڑی گی جو اس طریقے سے اس کمی کو ہم پورا کر سکے گے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ اسکولوں میں ان کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے جیسے کہا جا رہا ہے کہ اساتذہ نہیں ہیں، اسکولوں کی حالت بہتر نہیں ہے۔ کسی دور میں کمیٹیاں ہوا کرتی تھی جس میں والدین اور علاقے کی معتبرین کی وہ اس میں نمائندگی ہوتی تھی، اور اس کا result بہت اچھا آ رہا تھا، اگر اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کیا جائے، اور ایسی کمیٹیاں ہر ایک علاقے میں صرف شہروں میں نہیں کلیوں میں گاؤں میں بنائی جائے، اور وہاں پر ہمارے تعلیم ہمارے اس خطے میں یہ ہمارے اس علاقے میں بڑھنی چاہئے۔ تو اس میں اساتذہ کی جو غیر حاضری ہے اس کو بھی قابو پایا جاسکتا ہے، جو بچے غیر حاضر ہیں ان کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، پھر اسکول کی بلڈنگ کو بھی بہتر کرنے میں بھی وہ کمیٹیاں فعل کردار ادا کر سکتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ میں گزارش کروں گا، کہ اس وقت بھی صوبے میں ہمارے لاکھوں کی تعداد میں ہمارے وزیر تعلیم کو معلوم ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، 22 کے 23 لاکھ ہیں کہ جو بچے ابھی وہ اسکولوں تک نہیں جاتے ہیں، وہ مدرسوں سے دور ہیں، تعلیمی اداروں سے دور ہیں، ان کو لانا ہے اس کے لیے کوئی ترغیب کی جائے جیسے چند ساتھیوں نے کہا، کہ انکو packages دیا جائے۔ اور میڈیم اسپیکر میری گزارش ہے کہ اس میں سفارش کلچر کو تعلیمی اداروں کے بالکل ختم کیا جانا چاہئے، چاہئے وہ ایسوسی ایشن جانب سے ہے چاہئے وہ عوامی نمائندوں کی طرف سے ہو اس کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ ایک اور گزارش ہے، جو خاص طور پر میں سمجھتا ہوں ہم سے تعلق رکھتی ہے، کہ جو ایسے اقوام ہیں یا کمیونٹیز ہیں، جو تعلیم میں پیچھے رہ گئی ہے یا کمزور طبقات ہیں، ان کو سہولیات دی جائے۔ اور فنی تعلیم میں مینارٹیز کو 5% کوٹہ مختص کیا جائے۔ اور آخر میں میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہر ایک جو ممبر ہے، ہر کارکن ہے اور ہر جو اس شہر اس صوبے کا رہنے والا ہے اس کو اس کے بہتری کیلئے اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔

میڈیم اسپیکر:-

نواب محمد خان شاہ ہوانی صاحب!

نواب محمد خان شاہ ہوانی۔ (وزیر ملازمت ہائے امور نظم و نسق) :- شکر یہ میڈیم ایک ایک گھنٹہ بولیں گے تو اس

کا یہی انجام ہوگا، تقریباً دوست بھی سارے جا چکے ہیں۔ میں مختصر دو باتیں بولوں گا، کیونکہ education کے حوالے سے اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان میں تعلیم کا جو شبہ ہے، واقعی بہت پیچھے زوال کا شکار ہیں۔ اس دفعہ NTS کا سلسلہ ہوا۔ اور میں اپنے حلقے میں اکثر جاتا ہوں، اس کے دور دراز علاقوں میں بھی جاتا ہوں۔ ہمارے مستونگ کے پیچھے علاقہ شرناک وہ ایسے پیچھے سے آ کے منگڑ سے ملتا ہے۔ وہاں پر ایک جگہ پر میں گیا تو ایک اسکول میں پروگرام رکھا تھا میرے لیے تو انہوں نے کہا کہ اس اسکول میں کیا پوزیشن ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہاں پر ایک ٹیچر بھرتی ہوا ہے NTS میں۔ تو وہ کونٹے میں رہتا ہے، اور وہ ہفتے میں ایک بار آتا ہے، تو سچے صبح کو آتے ہیں ادھر دیکھتے ہیں، چند دن ان کا خیال تھا شاید یہ روز آئے گا، لیکن وہ ٹیچر ہفتے میں ایک دن آتا ہے، تو جس دن آتا ہے بچوں کو معلوم ہے، وہ اسی دن بچے اسکول آجاتے ہے تو ہفتے میں ایک دن اگر ٹیچر آئیگا اور وہ بیٹھے گا، دو تین گھنٹے اور پھر واپس جائے گا، ہم نے بولا ایسا کیوں ہے تو انہوں نے کہا کہ اسلئے کہ یہاں پر دو تین اور بھی تھے کنڈیٹ لیکن وہ تیسرے چوتھے نمبر پر تھے، شاید ان کے نمبر کم تھے، یا کیا وجہ تھا۔ تو اس لیے وہ نہیں آسکے اس کو NTS والوں نے پاس کر دیا اور اس کی ڈیوٹی یہاں ہوگئی۔ اور یہ کونٹے میں رہتا ہے، تو یہ سلسلہ اس وجہ سے ہے کہ مقامی لوگ ہمارے جو دور دراز علاقوں کے ہیں وہ کس طرح آئیگے، اچھے معیار پر یا اچھے نمبر پر۔ جب وہاں پر اب یہ حال ہے کہ ٹیچر ہفتے میں ایک بار جائے گا، تو میرا خیال ہے آئندہ پچاس سال تک بھی اس جگہ سے کوئی ٹیچر کوئی بچہ اچھے تعلیم کی معیار پر وہ پورا نہیں اتر سکتا ہے کہ وہ اس معیار کے اس کو پاس کر کے وہاں اپنے ہی علاقے میں بھرتی ہو جائے ٹیچر اور وہی پر پھر آسانی سے اپنے گھر سے نکلے اسکول میں پڑھائیں۔ تو میرا خیال ہے کہ آنے والے وقت میں بھی ہمارے ایک دو نسل تباہ ہو گئے، میں زیارتی صاحب خصوصی گزارش کرونگا کہ اس کے لئے ضرور کوئی حل ڈھونڈیں کہ دور دراز علاقوں میں خواتین اساتذہ ٹیچرز NTS کے حوالے سے بھرتی ہوئے ہیں وہ دو کے ہیں، مقامی لوگ اپنے معیار کے تعلیم کی وجہ سے کیونکہ ان کو اپنے ہی کلمی میں اپنے نزدیکی جگہ پر ان کو تعلیم میسر نہیں ہوا تو اس معیار پر پورا نہیں اترے اور دور کے ٹیچرز وہاں پر اچھے نمبر لیکے بھرتی ہو گئے۔ اور دور کے ٹیچرز جب بھرتی ہوئے تو وہ وہاں جاتے نہیں ہیں۔ اور جب وہاں پر جائیں گے نہیں تو یہ نسل بھی میرے خیال میں تباہ ہو جائیگا یعنی تعلیم سے رہ جائیگا۔ اس کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی طریقہ و ڈھونڈیں۔ دوستوں نے بھی اس طرح کہا کہ اگر ایسے ٹیچر جو وہاں پر ان کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے، تو وہ انکو چاہئے وہاں پر جائے اپنی ڈیوٹی انجام دیں، اگر وہ وہاں پر نہیں جاتے، تو ان کو برطرف کیا جائے یا وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو جائے۔ اور میں نے بار بار یہ بات ڈسٹرکٹ ایجوکیشن کے نوٹس میں لاتے رہے کہ ان ٹیچروں کا نوٹس لیں یہ نہیں

جار ہے ہیں۔ لیکن ابھی تک اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے اور دوسرے جو ہمارے تعلیم کی جو پسماندگی ہے پشتون اور بلوچ علاقوں میں، وہ بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ روزگار کی وجہ ہے، غربت کی وجہ ہے اور اس کی وجہ یہ پہلی والی قرارداد ہے کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے یہاں پر روزگار کے ذرائع پیدا کیا جائے تاکہ وہ اپنے بچوں کو پڑھا سکے۔ تو یہ تمام چیزیں ہیں جو بہت ضروری ہے ان پر میں زیارتوال صاحب کو بھی میں گزارش کرتا ہوں، کہ وہ وقت نکالیں اور ہمارے حلقوں میں ہمارے ساتھ time رکھے ہمارے ساتھ آئیں۔ ان مسئلوں کو دیکھے، ان کے حال کے لئے بیٹھے اور ان کا حل نکالیں۔ کیونکہ ایک دنسل تو ہمارے بچوں کے بچاروں کے رہ گئے، وہ ابھی پندرہ یا بیس سال کا لڑکا پہلی میں تو بیٹھ نہیں سکے گا، آنے والے وقت کے لیے ہم کوشش کریں، کہ کم از کم آنے والا وقت بہتر ہونا شروع ہو جائے، شکر یہ

میڈم اسپیکر:- عاصم کردگیلو صاحب۔

میر محمد عاصم کردگیلو :- میڈم اسپیکر! کافی دوستوں نے ایجوکیشن پر بحث کی ہمارے colleague نے اس پر روشنی ڈالی۔ موجودہ جو منسٹر ہے رحیم زیارتوال ہمارے colleague اس سے پہلے بھی میں نے گزارش کی تھی ہمارے ڈسٹرکٹ کے تقریباً اکثر اسکول بند ہیں رحیم صاحب کو میں نے پہلے بتایا ایک ہمارا سنی تحصیل ہے اسمیں 40 سکول ہیں ان میں سے 36 بند ہیں۔ یہ میں نے منسٹر صاحب کے Knowledge نالج میں لایا تھا۔ یہ نہیں کہ میں رحیم صاحب کو مورد الزام ٹھہرایا رہا ہوں۔ یہ کافی عرصے سے تھا اس ٹائم سے اللہ بخشے میجر اشرف کو جس وقت وہ چیف سیکرٹری تھے اس وقت بھی ہم نے ایک وفد کی صورت میں ان سے ملاقات کی اور گزارش کی تھی کہ ان اسکولوں کو کھولا جائیں۔ اور جو ماسٹر ہے وہ سارے قبائلی باڈی گارڈ بنے ہوئے ہیں۔ ان کو تنخواہیں بھی مل رہے ہیں لیکن بچوں کو نہیں پڑھاتے۔ میں آپ کو ایک مثال دوں گا کہ سنی میں ایک ہائی سکول کو تالا لگا ہوا ہے آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں کہ تقریباً دس سال ہو گئے ہیں وہاں سے کسی نے میٹرک ہی نہیں کیا۔ رحیم صاحب اس کا آپ اگر جائزہ لے لیں میں نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ پر الزام ہے۔ اس سے پہلے جب ہماری حکومت تھی اُس وقت بھی ہم نے اُس کے خلاف ایکشن لیا تھا لیکن یہ معاملات ابھی تک ٹھیک نہیں ہو رہے دوسرے ہمارے بالانٹری میں پتو ایک village ہے۔ اُس کے پرائمری سکول کا وزیر اعظم سہروردی نے افتتاح کیا تھا۔ اُس سکول کی پچھلے دفعہ میں نے مرمت کی چونکہ وہ بالکل گر رہا تھا۔ ابھی تک وہ پرائمری ہے میں نے محکمہ ایجوکیشن کو کہا کہ اس کو اپ گریڈ کر دے۔ یہ سکول اگر کسی اور ملک میں ہوتا تو اس وقت کالج بنا ہوتا۔ میڈم اسپیکر جس طرح نواب صاحب کہہ رہے تھے کہ ٹیچروں کا جو یونین بنا ہوا اس یونین کے وجہ سے

اتنے disturbance ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی کو اسمبلی سے سرینا ہوٹل تک کے فاصلے پر ٹرانسفر کریں۔ وہ نہیں جاتا اور کہتا ہے کہ میں اتنا دور جاؤں۔ جب آپ اس پراسٹینڈ لے تو اُن کا یونین آ کر کھڑا ہوجاتا ہے کہ جی اس کو وہاں نہیں جانا اس کی ٹرانسفر آپ کینسل کریں۔ approach کرتے ہیں سیکرٹری کو ڈائریکٹر کو اپنا ٹرانسفر کینسل کرواتے ہیں۔ تو میرے کہنا کا مقصد یہ ہے جیسا کہ دوسرے دوستوں نے بھی اس پر روشنی ڈالی مگر ایک میرا request ہے ان اسکولوں کو فعال کیا جائے اور ہائی سکول جو دس سال سے بند ہے اُس کو بھی کھولا جائے۔ اور تیسری بات اس سے ہٹ کر اس اسمبلی کے فلور پر کہنا چاہتا ہوں جو پچھلے سال 15 ملین فیڈرل گورنمنٹ نے ہمیں دینے دے تھے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحب اور رحیم زیارتو صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اپنے سینے پر ہاتھ لگائے تھے کہ وہ دینگے انکو adjust کریں گے انرجی کے مد میں۔ مجھے تو دیکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ کہ وہ پیسے دینگے یاد دینے ہیں۔ یا نہیں دینے اس کی وضاحت آپ لوگ کریں اس فلور پر تاکہ ہمیں پتہ چل جائے کہ یہ پیسے ملے ہیں یا نہیں ملے۔ ابھی سال اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ اور پہلے بھی اس فلور پر کہا تھا کہ مجھے نہیں لگتا ہے کہ یہ پیسے ملے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہئے۔ ہمارے ڈاکٹر مالک صاحب آج ایوان میں نہیں۔ پرسوں کی اجلاس میں میں نہیں تھا۔ اُس نے پچھلی حکومتوں کے بارے میں ہم بھی اُس کا حصہ رہے ہیں۔ انہوں نے کچھ باتیں کی تھی ابھی وہ موجود نہیں۔ موجود ہوتا تو میں اُن کا جواب دیتا میں اس سلسلے میں اسلام آباد سے آیا ہوں next اجلاس کب ہوگا

میڈم اسپیکر:- 20 مئی کو -

میر محمد عاصم کر دیلو :- 20 کو جب مالک صاحب ہونگے تو ہم اُن کو جواب دینگے۔ thank you

میڈم اسپیکر:- ڈاکٹر حامد اچکزئی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی (وزیر محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات):- بڑی مہربانی میڈم اسپیکر اعوذ باللہ من شیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سب سے پہلے میں ایک پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہوں گا وہ یہ کہ اُس دن جو زلزلہ آیا تھا۔ اُس کا سینٹر تحصیل چمن تھا قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ کا وہاں پر روغانی نامی گاؤں، اسپین تیرک، توخاہی اور اب تو وہاں پھینکڑوں ایسے مکانات تھے جنکی دیواریں کر یک ہوئی ہے چونکہ زلزلہ دن کے ٹائم تھا۔ جسمانی انسانی زندگی کو نقصان نہیں پہنچا۔ وہاں خوف کے مارے لوگ نہیں جاسکتے ہیں۔ آج میں خود گیا تھا چمن وہاں ڈپٹی کمشنر اور اُس کے عملے کو request کی کہ جا کر دیکھ لے رپورٹ لیکر آجائیں اگر واقعی ایسی کوئی بات تھی تو پھر PDMA اور گورنمنٹ سے assistance لینے کی درخواست کریں گے ابھی اس موجودہ موضوع پر آتے ہیں

اس پر سیر حاصل بحث ہو بنیادی چیز ہماری غیر جمہوری حکومتیں ڈکٹیٹر رجیم اور امن کا نہ ہونا یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جس نے ہمارے تعلیم کا بیڑا غرق کیا۔ غیر جمہوری اور انسانی رویہ یہ تھا کہ جب کوئی انگریزی لکھ پڑھ سکتا ہے وہ Literate فرانسیسی فرانسیسی پڑھ لکھ لیتا ہے۔ ایرانی فارسی لکھ پڑھ لیتا ہے۔ بیچارے پٹھان بلوچ اُس وقت Literate ہوتے جب وہ اُردو لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ظلم کی انتہا پانچ سال کا بچہ پشتون بلوچ جب سکول جاتا ہے۔ تو وہ اُردو کم از کم میٹرک تک سیکھ لیتا ہے۔ تو ادھر سے اُس کی تعلیمی بنیاد کو کھلا ہے۔ ہمارے بے بسی کا یہ عالم ہے کہ 1930ء میں آل انڈیا بلوچ اینڈ برٹش بلوچستان کانفرنس ہوا تھا نواب عزیز بگسی، عبدالصمد خان اچکزئی اُس اجتماع میں تمام انڈیا کے بلوچ اور پشتون کی موجودگی میں بلوچ As a مادری زبان اور برٹش بلوچستان میں پشتون as مادری زبان کی قرارداد پاس ہوئی تھی۔ ہماری بے بسی Colonial regime جو انگریز کے بعد تھا یا پاکستان کے بعد ہم 2013ء میں کامیاب ہوئے کہ پشتون پشتو پڑھ لکھ سکتا ہے۔ بلوچ بلوچ لکھ پڑھ سکتا ہے اور برا ہوئی لکھ پڑھ سکتا ہے۔ تو یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں دوسری بات ہم جہاد فی سبیل اللہ بین الاقوامی طاقتوں کی ایما پر ہماری فوج پچھلے بیس پچیس سال سے لگی ہوئی ہے۔ کہ اُس نے تعلیم کو یہاں تک نظر انداز کیا تعلیم اُس وقت آپ دے سکتے ہیں یا کر سکتے ہیں جب رٹ آف اسٹیٹ اس ملک رٹ آف اسٹیٹ بلعموم اور ہمارے پشتون بلوچ صوبے میں مخصوص نام کا جب رٹ آف اسٹیٹ نہیں ہوگا۔ امن نہیں ہوگا تو ہم ٹیچر کو کس طرح حاضر کرینگے اور ٹیچر کا نہ ہونا بچے کو تعلیم نہیں دینا وہ نقل کا ضرورت کو مجبور ہو جاتا ہے۔ نقل سے جان خلاصی کرنی چاہئے ہماری حکومت نے اس پر بھی بسم اللہ کی ہے۔ پیسے بھی دیتے یہاں تک کہ جب پیپر ہو جاتا ہے پوسٹ ماسٹر کے پیچھے ہوتے ہیں کہ یہ پیپر کہاں جا رہے ہیں پنجاب جا رہے ہیں قلات جا رہے ہیں۔ کراچی جا رہا ہے اُس کے پیچھے سرمایہ دار لوگ اُس کو پیسے دے دے کر اپنے نالائق لوگوں کو انجینئر فلاں فلاں وغیرہ بناتے ہیں۔ جس کے لئے ابھی انجینئرنگ سیٹوں کے لئے ٹیسٹ ہوتا ہے میڈیکل کیلئے ٹیسٹ ہوتا ہے یہ یہی جمہوری قوتوں نے کیا ہے اور ابھی ہم لوگوں نے ٹیچر کیلئے بھی کیا ہے۔ رٹ آف اسٹیٹ اور ضرورت اور اس کے بعد جو میں پچھلے چند منٹ پہلے کہہ چکا ہوں۔ جس صوبے میں %80 آبادی غربت کی لکھیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ تو ہمارے فیملی اسکولز ہیں۔ بسم اللہ کریں۔ زیارتوال صاحب بیٹھے ہیں۔ میرے گاؤں کے سکول سے عنایت اللہ کاریز اس کے ساتھ نزدیک میں دوسرا سکول ہے حبیب زئی کا اُسکے ساتھ پیر علی زئی کا اور عبدالرحمان زئی کا گاؤں ہے اچھے اچھے ہائی اسکول ہے۔ اس میں بیس بیس، پچیس پچیس ایک آدھ میں تیس female ٹیچرز ہیں۔ جن میں پندرہ بیس شادی کر کے اس گاؤں سے چلے گئے۔ کسی اور گاؤں میں As a House wife خدمات

انجام دے رہے ہیں۔ یہ اپنی تنخواہ شیئر کرتی ہے ادھر پرنسپل کہے یا ہیڈ مسٹریں کہے ان کیساتھ اور یہ سلسلہ جوں کا توں چل رہا ہے یہ نقل کیلئے سینٹر بدلنا ہے والدین کا وہ ہو گیا ہے۔ یہ ایک بہت اچھی بات ہے کہ ہمارے والدین کو یہ Orientation ہوگئی ہے۔ کہ بچے کو تعلیم دلانا ہے۔ جب وہ تیار ہے تو ٹیچر کو راستے پر لانے کیلئے اور بچے کو تعلیم دینے کیلئے رٹ آف اسٹیٹ چاہئے۔ اور اسٹیٹ کا will اور Wish چاہئے تو یہ وہ عوامل ہے۔ میں اور زیارتوال کچلاک کے ہائی سکول گئے۔ ایمان سے وہ ٹیچر ادھر بیٹھے تھے ان کو ہیلو تک کرنے کا تکلف نہیں ہوا۔ اس لئے کیا ہے مسٹر آیا اور بھی آتے رہے ہیں۔ تو یہ وہ عوامل ہے۔ جس پہ ہمیں وہ کرنا چاہئے تو اس کیلئے ہمیں ٹیچر کی capacity کی ضرورت ہے۔ جب ٹیچر کو آپ ٹریننگ نہیں دینگے۔ ٹیچر کو Instruction نہیں دینگے ٹیچر کو آپ پابند نہیں کریں گے کہ وہ مختلف ٹریننگ سینٹرز نہ ہو تو وہ کہاں سے بچوں کو پڑھائیں گا۔ یہ میں تجویز دے رہا ہوں کہ زیارتوال صاحب کہ وہ انکو آری کریں۔ ٹیچروں کے حاضری کیلئے اگر ہو سکے ہر تحصیل میں ابھی تو لوگ تو ضلع کی بات کر رہے ہیں۔ ہر تحصیل میں Residential سکول ہونا چاہئے تاکہ کم از کم ان کے سکا لرشپ ان کی خوراک ان کی یونیفارم کا بندوبست ہونا چاہئے۔ پشتون، بلوچ تین جوڑے یونیفارم کی اہلیت نہیں رکھتے %10، %15 الگ رکھے۔ گاؤں میں تین جوڑے پشتون بلوچ غریب آدمی کیلئے کپڑوں کا Concept نہیں ہے دوسری بات یہ کہ ہمارا Higher education کیلئے یہ request کرتے ہیں زیارتوال صاحب سے کہ مختلف سائینڈ پرپنچونخوا، پنجاب اور سندھ کے کالجز میں ہمارے بچوں کو داخلہ دینے کا بندوبست کیا جائے۔ تاکہ وہ وہاں سے آ کے اچھے ایجوکیشن ماحول میں کچھ سیکھ کر آ جائیں ادھر کم از کم ہمارے کام آئیں۔ یہ ہے وہ چیزیں جہاں تک مدرسے کا تعلق ہے۔ یہ بہت حساس موضوع ہے میں معافی چاہوں گا۔ میں صاحب عقیدہ بندہ ہوں۔ %100 صاحب العقیدہ صم صلوٰۃ کوشش کرونگا کہ پابندی کروں۔ ہمارے مدرسے میں کوئی وہ نہیں ہے میں درخواست کرونگا کہ مدرسے میں بھی ہمارے بچے ہیں یہ نہیں ہے کہ ایران اور سعودی عرب کے proxy-war کا میدان جنگ بننے ہوئے ہیں۔ ہمارے اس میں کم از کم اس پر گورنمنٹ کا رجسٹریشن ہونا چاہئے کنٹرول ہونا چاہئے اور ہمارے بڑے اچھے علماء ہیں، پیشک وہ جس پارٹی کے ہو علماء ہو یہ یونیورسٹیز کے سکالرز ہو پروفیسرز ہوان کی کمیٹی بنائی جائے تاکہ ان کے syllabus کو study کر کے میرے خیال میں بارہویں صدی یا تیرہویں صدی کا سلیبس چلا رہے ہیں۔ اور اس کو اسلامی سمجھتے ہیں۔ اس کی وقت کی ریاضی پڑھ رہے ہیں اور اس کو اسلامی سمجھ رہے ہیں۔ یہ ہمارے ادھے سے زیادہ اسٹوڈنٹس یا بچے مدرسوں میں ہیں۔ لیکن یہ بھی اگر تعلیم کا بندوبست ہو جائے وہ ہمارے اگر %100 کام نہیں آئے %50 اس

معاشرے میں contribute کر سکتے ہیں۔ اب وہ بچارے صرف مولوی بننے کیلئے کسی مسجد میں۔ اس لئے ان کا سلیبس ہے نکل آتے ہیں پگڑی باندھ لیتے ہیں اور کسی مدرسے میں کسی گاؤں میں مسجد میں مولوی بننے کا سوچ لیتے ہیں۔ ان کو ہمیں مدرسہ پشتون بلوچ سکول انگریز سکول کو کہتا ہے۔ اگر ہم سکول کے بچوں کیلئے اتنے محنت کرتے ہیں کہ مدرسے کے بچوں کیلئے بھی کرنا چاہیے اس کو پریکٹیکل اینگل سے ہم نہیں دیکھ رہے ہیں سماجی انسانی اور اس پشتون بلوچ صوبے کے مفاد کی بات ہے۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر :- یاسمین لہڑی صاحبہ۔

یاسمین لہڑی :- شکر یہ میڈم اسپیکر۔ میں نے سامان وغیرہ پیک کر کے بیٹھ گئی تھی۔ میرا خیال ہے ابھی جو ممبران ہیں ان کی تعداد بھی کم ہے۔ اور جو بات کرنے کی tempo ہوتا ہے وہ بھی تقریباً ٹوٹ چکا ہوا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ کچھ پوائنٹس ہے زیادہ اگر میں اس پر جاؤں گی تو پھر repetition ہوگی۔

میڈم اسپیکر :- suggestions دیدیں۔

یاسمین لہڑی :- تجاویز یہ ہے کہ میرے خیال میں جو سب سے major issues ہیں۔ میں نے چار کیٹیگری میں وہ کیا ہوا ہے۔ ایک جو major issue ہے وہ accessibility کا ہے کوالٹی ایجوکیشن ہے اگلا جو ہے وہ انڈر شپ کے جو والدین ہے کمیونٹی ہے ان کی انڈر شپ بہت بڑا ایٹو ہے ہمارے پرائیوٹ اسکولز ہیں۔ accessibility کے حوالے سے میں سمجھتی ہوں کہ ہماری prime responsibility ہے کہ بلوچستان میں چاہیے کچھ جو ہے جہاں کہیں بھی ہو۔ پہاڑوں کے دامن میں بیچ میں بھی بیٹھا ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ ایجوکیشن کی سہولت دینا ہماری ذمہ داری بنتی ہے تو اسمیں no doubt ریسورسز کی کمی ہے، ہم شاہد ہر جگہ سکول نہ کھولیں ان ریسورسز کی وجہ سے لیکن یہ ہے کہ ہم دوسرے ماڈل پر جا سکتے ہیں یا تو ہم کلسٹرنگ کریں اور اس کلسٹر میں ٹرانسپورٹ کی facility ہم provide کریں بچوں کو pick and dropt کی تاکہ وہ آسانی سے سکول آ اور جا سکیں۔ دوسرا یہ ہے کہ یا تو پھر ان بچوں کو ٹرانسپورٹ الاؤنس دینے چاہیے تاکہ وہ اپنے طور پر ٹرانسپورٹ arrange کر کے قریب جو بھی سکول بنتا ہے وہ وہاں پر جا سکے۔ اگلا جو ایٹو ہے وہ کوالٹی ایجوکیشن کا ہے یہاں پر بالکل میرے خیال میں میں سینڈ کروں گی جتنے بھی ٹیچروں کے حوالے سے ٹریننگ کے حوالے سے بات کی جو بھی ٹریننگ ہے ان کو ہمیں جو ہے وہ مسلسل جو refresher courses ہیں وہ ٹیچر کو دینی چاہیے۔ سب سے بڑا ایٹو جو ہمارا ہے میڈم اسپیکر وہ single school teacher ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ فوری سے بیشتر ایک تو ہمارا جو education sector plan ہے وہ بالکل بنا ہوا ہے لیکن اس سے

بھی زیادہ وہ تو ایک plan ہے لیکن اس سے زیادہ بڑھ کے ہمیں ایجوکیشن پالیسی پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے اندر جو ہے وہ میرے خیال میں ہمیں تھوڑا سا چاہیے کہ ہم ان چیزوں پر serious action لیں۔ کہ وہ single school teacher ہے میں حیران ہوں مطلب ایک ٹیچر جس کی بالکل skills جو limited ہے اور qualification بھی اتنی زیادہ نہیں ہے وہ تین یا چار کلاسوں کی بیک وقت کیسے manage کر سکتی ہے اس کو ہمیں فوراً سے بیشتر جو ہے وہ ایک پالیسی اسٹیٹمنٹ دے کے میں تو expect کر دوں گی جو ہے منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں آج ہی وہ اعلان کر دے کہ سنگل اسکول ٹیچر کم از کم اس کو جو ہے وہ ختم ہونا چاہیے یا آگے جو ہے مطلب ہمارے پلان کا حصہ نہیں ہونا چاہیے۔ سب سے بڑا جو ایشو ہے وہ گھوسٹ ٹیچر کا ہے میڈم اسپیکر بلوچستان کے اندر اس وقت میں دعوے سے کہتی ہوں ففٹی پرسنٹ ہمارے ٹیچرز ایسے ہیں جو کہ گھوسٹ ہے جو بالکل جو ہے وہ ڈیوٹی نہیں کرتے وہ تیار تیار تنخواہ لیتے ہیں کہیں پر ان کا نام و نشان نہیں ہے اور ڈسٹرکٹ کے اندر جو کلرکس ہیں اور جو بھی ملازمین ہیں یا جو کنکین پر تو افسیٹل کیڈر کے لوگ بھی شامل ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دو دو تین تین ہزار روپے ایک ٹیچر سے مکا کر کے salary لے کے اپنے جیبوں میں ڈالتے ہیں اور ان کو مبرا کرتے ہیں حاضر یوں سے تو اس طرح ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ہم گھوسٹ ٹیچر کا معاملہ جو ہے وہ حل کر سکتے ہیں اور ان کو نکال کے بچوں کو ریلیف دے سکتے ہیں۔ ایک جو بڑا ایشو ہے وہ پرائیوٹ اسکولوں کا ہے پہلے بھی میں نے یہاں بات کی جو پرائیوٹ سکولوں کے حوالے سے جو ریگولیشن اتھارٹی بنی ہوئی اس میں بہت زیادہ gaps ہیں میڈم اسپیکر میرا مراد کہ ایک سکول میں جو کہ دو سو یا تین سو فیس لیتے ہیں کوئٹہ میں بیس یا تیس ہزار لینے والے اسکولوں کیلئے ایک ہی پالیسی ہے، مطلب اس میں ہمیں فرق کرنا چاہیے۔ اور وہاں پر جو دو تین سو فیس لینے اسکولز ہیں وہ گرانٹ سے بھی محروم ہیں اور بیس بیس تیس تیس ہزار لینے والے کو پچاس پچاس لاکھ تیس تیس لاکھ ان کو جو ہے وہ گرانٹ بھی دیا جاتا ہے تو یہ discrimination ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت بلوچستان کے اندر comparatively اگر ہمیں ایجوکیشن نظر آتی ہے، تو وہ پرائیوٹ اسکولوں کی مرہون منت ہے۔ تو ہمیں جو ہے اس میں تھوڑا سا ان کے rights کا بھی خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ پرائیوٹ اسکولوں کا جو بل یا ریگولیشن اتھارٹی ہے اس کو دوبارہ سے ہم review کریں اور ایک ایسی پالیسی وضع کریں جس میں جو ہے کسی کے ساتھ نا انصافی یا زیادتی نہ ہو یا discrimination نہ ہو۔ سب سے جو major issue ہے میں سمجھتی ہوں کہ ownership کا ہے۔ 1990ء میں یہاں پر جو اسکول بنے ہیں، مجھے یاد ہے ڈاکٹر عبدالملک صاحب جو ہے وہ وزیر تھے۔ اُن کے دور میں ورلڈ بینک کا پراجیکٹ آیا اور

ورلڈ بینک کے پراجیکٹ کے توسط سے جوسی ایس پی سکولز ہیں والدین کا جو community support school آج اگر ہم گیارہ ہزار اسکولوں کی بات کرتے ہیں پورے بلوچستان میں پرائمری اسکولوں کا figure پیش کرتے ہیں تو یہ اسی پراجیکٹ کی مرہون منت ہے، کہ جس میں جو ہے مقامی ٹیچر کو بھرتی کر کے اسکول کھولے گئے۔ لیکن یہ ہے کہ وہاں پر پھر جو جائزہ لیا گیا سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ lack of ownership تھی۔ کہ والدین کو ٹیچرز کو کمیونٹی کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا تھا، لیکن یہ کہ وہاں پر جا کے بلڈنگ کھڑی کر دی جاتی تھی، اور اس بلڈنگ میں یہ ہے کہ پوسٹیں بھی جو ہے وہ SNE میں شامل نہیں ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ buildings جو ہے یا تو پھر جانوروں کا باڑہ بن جاتا تھا یا پھر بیٹھک۔ لیکن ہمیں یہ خطرہ ابھی بھی ہے مطلب مختلف جگہوں پر ہم نے جو اسکولز بنائے ہوئے ہیں۔ ان کی جو پوسٹیں SNE میں create نہیں کی جارہی، تو وہ بلڈنگ جو ایسے useless پڑی ہوئی ہیں۔ خطرہ یہی ہے کہ یا تو پھر وہ کسی again جو بھی Tribal leader ہوگا علاقے کا، اس کی custody میں وہ بلڈنگ چلی جائیگی۔ تو یہ still یہ خطرہ موجود ہے اس پر ہمیں جو ہے کوئی پالیسی بنانے کی ضرورت ہے، ایک تو یہ ہے کہ کس طرح سے ہم resources کو بہتری utilize کر لیں۔ اور دوسرا کمیونٹی کی اوزرزشپ کو کیسے ہم لیں۔ پہلے والدین ٹیچرز اسکول management community بنائی گئی تھی بہت اچھا ماڈل ہے۔ اگلا جو مسئلہ میڈم اسپیکر میں سمجھتی ہوں بلوچستان غریب صوبہ ہے یہاں پر جو لیاقت آغا صاحب نے بات کی Balochistan Education Endowment میڈم اسپیکر بہت زیادہ رقم ہے، لیکن یہ ہے کہ بد قسمتی سے ہم نے اس کو serious نہیں لیا اور وہ endowment fund جو ہے وہ میرے خیال میں ایک سوسائٹی بنا کے اس کے اکاؤنٹ میں وہ رقم ڈالی گئی ہے۔ 5 ارب جو ہے وہ بہت بڑی amount ہے، اگر اُس سے بچوں کیلئے اس کا لرشپ دے دیتے، تو پھر جو ہے ہمیشہ dropt out campaign چلانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ بچے خود بخود سکول کے اندر آ جاتے۔ ان پر میرے خیال میں ہمیں جو ہے وہ ایجوکیشن کی پالیسی پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور ایسوسی ایشن کے role پر بھی بات ہوئی کہ اس کو ہمیں مزید جو minimize کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم ایجوکیشن کو بچا سکیں۔ اور سب سے اچھا جو ماڈل ہے میں تو کہتی ہوں مطلب ہمیں جو ہے ایجوکیشن کے پورے سسٹم کو privatize کرنا چاہیے کیونکہ ہمارے ہاں کوئی بھی mechanism نہیں ہے performance کو check کرنے کا۔ ہمیں بھی اپنے سسٹم کے اندر performance کا کوئی mechanism جو ہے وہ develop کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری ٹیچرز اپنی ڈیوٹی کو ڈیوٹی سمجھ کے

سرانجام دیں نا کے یہ ہے کہ just وہ سرکاری نوکری کیلئے اسلئے آتے ہیں اور خاص کر ٹیچر بننے کیلئے اسلئے آتے ہیں کہ گھر بیٹھ کے اُن کو مفت تنخواہ مل رہی ہوتی ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے ایجوکیشن منسٹر یہاں پر بیٹھے ہوئے بہت ذمہ دار شخص ہے اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ہے خوش قسمتی سے ہمارے پریڈ میں بہت بہت اچھے آفیسر ز غلام علی بلوچ صاحب جو کہ سیکرٹری یہاں پر رہے ہیں اُن کے دور میں education sector plan بنا اب صبور کا کڑ صاحب وہ بھی بہت اچھے honest officer ہے، منسٹر ز بھی بہت اچھے پڑھے لکھے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو ملے ہیں اگر اس کے دور میں بھی ہم اچھی پالیسی نہیں دے سکے تو شاید بلوچستان کبھی بھی نہ تو اچھی پالیسی دے سکے گا اور نہ یہ اپنے ایجوکیشن سسٹم بہتر بنا سکے گا۔

میرا ظہار حسین کھوسہ (وزیر خوراک):۔ بہت شکریہ میڈم اسپیکر صاحبہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، آج بڑے آفسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے تعلیم پر بحث ہو رہی ہے اور ہمارے سینئر ممبران آج پر یہاں کوئی بھی نہیں ہیں۔ کوئی بھی بیٹھا نہیں ہوا ہے۔

میڈم اسپیکر:۔ بیٹھے تھے ابھی گئے ہیں۔

میرا ظہار حسین کھوسہ (وزیر خوراک):۔ سب کو آج یہاں ہونا چاہیے تھا آخر تک سننا چاہیے تھا سب کو اپوزیشن تو ویسے ہی بائیکاٹ پر ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا آج کے اجلاس میں۔ تو اس کے ساتھ ساتھ میں میڈم اسپیکر صاحبہ! ہمارے نصیر آباد، جعفر آباد، صحبت پور 2010-12ء کے سیلاب میں بالکل تباہ حال بلڈنگز ہیں بچے باہر وہاں پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کچھ اسکول ہیں بھی ان کی حالت ایسی ہے بالکل گرنے والی ہے ان کے چھت بالکل گرنے والے ہیں بچے اس حالات میں اور اس ماحول میں کس طرح تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ کس طرح یہ بچے آگے جاسکتے ہیں کس طرح یہ معمار ہمارے ملک اور قوم کا نام روشن کریں گے، تو اس پر یہ بہت بڑی آج جو بحث ہو رہی ہے تعلیم پر یہ بہت بڑی بات ہے basic چیز ہماری یہی ہے جو ہمارے معمار جو ہمارے بچے ان کو اچھی تعلیم حاصل ہونی چاہیے جو اس ملک کی خدمت کریں اس صوبے کی خدمت کریں۔ تو اس پر جو بھی باتیں ہوں جو بھی تجویز ہوں specially ان پر عمل کرنا چاہیے یہ نہیں کہ یہاں پر یہ بات ہوگئی اس کے بعد بات ختم ہوگئی اس implement ہونی چاہیے میں دعوت دیتا ہوں منسٹر صاحب کو ہمارے دوست ہیں زیارتوال صاحب میرے علاقے میں آئیں صحبت پور، جعفر آباد، نصیر آباد وہاں اسکولوں کی حالت دیکھیں، ایک بہت ہی 50-52 سینٹی گریڈ گرمی اور یہ معصوم بچے باہر بیٹھے ہوئے اس گرمی میں، تکلیف میں اندر جاتے ہیں تو کمرہ گرنے کو ہے باہر آتے ہیں تو ان کو گرمی پکڑتی ہے وہ کہاں جائیں بیچارے تو ان کے

لئے کوئی خاص بلڈنگ ہونی چاہیے ان کے لئے ایک جگہ ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ ٹیچرز، جس طرح زیرے صاحب نے فرمایا ٹیچر بالکل ایسے ہیں کہ وہ ان کو خود کو پڑھانا نہیں آتا اور خود وہ پڑھ نہیں سکتے ہیں اور کچھ اچھے ٹیچر بھی ہیں ایسا نہیں ہے میں سب کے لئے نہیں کہوں گا۔ ابھی میرے ساتھ ہی ایک اسکول ہے گوٹھ عید محمد بروہی وہاں پر بہت ہی عید محمد مینگل وہاں پر بہت ہی اچھا ایک ٹیچر ہے جو ہر بندہ یہی چاہتا ہے کہ یہ ٹیچر میرے اسکول میں آئیں میں اس کے پاس گیا۔ میں نے کہا اس ٹیچر کو میرے اسکول میں آپ تبادلہ کروادیں انہوں نے کہا نہیں sir میں یہ نہیں دے سکتا ٹیچر اچھے بھی ہیں ان میں اور بہت ہی اچھے بھی ہیں تو ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے اور سختی ہونی چاہیے۔ اگر کوئی ٹیچر اس طرح کے کام کرتا ہے اسکول کو ٹائم نہیں دیتا ہے تو اس کو اسی suspend پر time کر دینا چاہیے اور اتنی بڑی تنخواہ لیتے ہیں جس طرح بتا رہے تھے زیرے صاحب ایک لاکھ ڈیڑھ، ڈیڑھ لاکھ روپے تنخواہ لیتے ہیں تو ان کو ان بچوں کا خیال کرنا چاہیے۔ اور میں ان ٹیچروں سے التماس کرتا ہوں کہ ان کے اپنے بھی بچے ہونگے ان کے اپنے بچے کسی اور اسکول پڑھتے ہیں وہ Beacon house school میں پڑھتے ہیں۔ جہاں پر اتنی بڑی بڑی فیسز ہیں۔ تو ان کے بچے وہاں پڑھتے ہیں اور یہاں کوئی نہیں پڑھاتے ہیں تو یہ بڑے افسوس کا مقام ہے بہت ہی افسوس ہے اس پر توجہ دینی چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں آج اس فلور پر اسمبلی کے فلور پر میں دعوت دیتا ہوں زیارتو ال صاحب کو مہربانی کر کے بہت آپ کی مہربانی ہوگی آپ میرے پاس آئیں صحبت پور، جعفر آباد، نصیر آباد میرے بچوں کی حالت دیکھیں۔ بہت تکلیف میں ہیں وہ لوگ اور اس کے ساتھ میں آپ سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں تو خاص کر اس بجٹ میں، جو بجٹ آئیگا اس میں ہر ڈسٹرکٹ کے لئے مطلب ایک جیسا رکھنا چاہیے سب کے لئے ایک ڈسٹرکٹ کو زیادہ اور ایک ڈسٹرکٹ کو کم ایسا نہیں ہونا چاہیے، بہت شکریہ، بہت شکریہ۔

میڈم اسپیکر:- جی رحیم زیارتو ال صاحب۔

حاجی عبدالملک کاکڑ:- میڈم اسپیکر صاحب کورم پورا نہیں ہے۔۔۔

میڈم اسپیکر:- کاکڑ صاحب آپ تو اتنے اچھے انسان ہیں آپ نے یہ آکے کیا کیا ابھی end میں۔

حاجی عبدالملک کاکڑ:- تعلیم پر بحث ہو رہی ہے اور کورم پورا نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر:- نہیں ابھی پورا ہی تھا ابھی گئے ہیں ممبرز آرہے ہیں ابھی۔ کورم کے لئے bells بجائی

جائے۔

حاجی عبدالملک کاکڑ:- میڈم اسپیکر صاحبہ! چار آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور بحث ہو رہی ہے۔

میڈم اسپیکر:- کا کڑ صاحب! آپ تو اتنے اچھے انسان ہیں آپ نے آکے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ اب conclusion ہو رہی تھی۔

حاجی عبدالملک کا کڑ:- میڈم اسپیکر صاحبہ! کورم پورا نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر:- نہیں! ابھی پورا ہی تھا۔ ابھی گئے ہیں۔ ممبرز آرہے ہیں۔ جی کورم کیلئے bells بجائی جائیں۔

(کورم کی گھنٹیاں بجائی گئیں)۔

میڈم اسپیکر:- ٹھیک ہے۔ جی ہاں بالکل بہت ہی اچھی بحث ہو رہی تھی اور حقیقتاً یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے۔ جو تعلیم ہے، اس پر بحث ہو رہی تھی۔ ہمارے معزز اراکین نے بہت اچھی تجاویز دی ہیں اور بڑا participate کیا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ، اس سے ہٹ کے کہ یہ اپوزیشن ہے یا ٹریڈری پنچر ہیں، بلکہ یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے اور ہمیں اس پر، جس طرح سے بھی ہے، ہم نے اپنے youth کیلئے اس بارے میں آگے plans کرنی ہیں۔ کیونکہ آپ سب کو پتہ ہے کہ اگر ایجوکیشن نہیں ہے تو you can not develop yourselves. تو یقیناً attendance بھی بہت ضروری ہے دونوں benches پر اور ہمارے treasury benches کو اپنی حاضری کو یقینی بنانا چاہیے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی تقریر کریں اور اٹھ کر کے چلے جائیں۔ یہ ایک اچھی روایت نہیں ہے۔ ہم اس موضوع پر اگر بات کر رہے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ آج ہم اپنی youth کیلئے، اپنے نوجوانوں کیلئے، اپنے صوبہ کی تعلیم کیلئے ہم آگے دیکھیں کہ ہم انکے لئے کر سکتے ہیں۔ بہر حال جتنے بھی ممبرز ہیں، میں خود یہاں پر بیٹھی سن رہی ہوں آپ سب کی باتیں اور بہت اچھی تجاویز آئی ہیں۔ بڑا اچھا put آیا ہے اور اسکو 20 تاریخ کیلئے اسکو continue رکھیں گے۔ کیونکہ یہ ابھی تک conclusion پر نہیں پہنچا ہے۔ آج کیلئے اور کورم کی گھنٹیاں بھی بجائی گئی ہیں اور ممبرز ابھی تک نہیں آئے۔ تو میرے خیال میں زیارتوال صاحب کی تجویز بھی بہت اچھی ہے۔ یہ بہت اہم موضوع ہے، ہم اسے 20 تاریخ کیلئے اس بحث کو continue رکھیں گے۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعہ مورخہ 20 مئی 2016ء بوقت شام چار بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 07 بجکر 35 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)